THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Monday, January, 23, 2012
(77th Session)
Volume X No. 01
(Nos.01-06)

CONTENTS

Pages

1. Recitation from the Holy Quran………………………
2. Leave of Absence………………..…………………….
3. Legislative business ……………………………….
4. Deferment of the Commenced Resolution moved by Dr. Khalid Mehmood Soomro…………….…………
5. Discussion on Resolution regarding allotment of Govt. accommodation………………………………...
6. Discussion on Resolution regarding Declaration of Urdu as official language……………………………..
7. Resolution moved by Senator Mian Raza Rabbani regarding Former President Pervez Musharraf…...…..

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume-X	SP.VII(03)/2011
No.01	130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, January 23, 2012

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at twenty five minutes past four in the evening with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ

تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۗ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا۔ مَآ

اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۗ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۗ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔

ترجمہ: (اے جہاد سے ڈرنے والو) تم کہیں رہو موت تو تمہیں آ کر رہے گی خواہ بڑے بڑے محلوں میں رہو۔ اور ان لوگوں کو اگر کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی گزند پہنچتا ہے تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سے) کہتے ہیں کہ یہ (گزند) آپ کی وجہ سے (ہمیں پہنچا) ہے کہہ دو کہ (رنج و راحت) سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بات بھی نہیں سمجھ سکتے۔ (اے آدم زاد) تجھ کو جو فائدہ پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو نقصان پہنچے وہ تیری ہی (شامت اعمال کی) وجہ سے ہے۔ اور (اے محمد) ہم نے تم کو لوگوں (کی ہدایت) کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اور اس بات کا اللہ ہی گواہ کافی ہے۔

(سورۃ النساء آیات ۷۸ تا ۷۹)

(Followed by T02)

Leave of Absence

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Leave applications لے لیتے ہیں۔ مولانا عبد الغفور حیدری صاحب ذاتی مصروفیات کی بناء پر مورخہ ۱۹ اور ۲۰ جنوری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب سلیم سیف اللہ خان صاحب نے ملک سے باہر ہونے کی بناء پر مورخہ ۲۳ تا ۲۷ جنوری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محمد اسحاق ڈار صاحب نے ملک سے باہر ہونے کی وجہ سے مورخہ ۲۳ تا ۲۵ جنوری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: Adjournment Motions. پروفیسر خورشید صاحب۔ موجود نہیں۔ پروفیسر ابراہیم صاحب۔ موجود نہیں۔ مسماۃ عافیہ ضیاء - موجود نہیں۔ پروفیسر خورشید صاحب۔ موجود نہیں۔ Deferred. بگٹی صاحب۔ موجود ہیں؟ Who will move item No.2? کوئی موجود نہیں ہے۔ رپورٹ پیش کرنے کے لیے کیا ان کی کمیٹی کا کوئی ممبر بھی موجود نہیں ہے؟ جی۔ Deferred. سلیم سیف اللہ صاحب۔ وہ تو چھٹی پر ہیں۔ Deferred چوہدری شجاعت حسین صاحب۔ ایس ایم ظفر صاحب۔ وسیم سجاد صاحب۔ جی۔

سینیٹر وسیم سجاد: میں اسے move کر دیتا ہوں۔ If you kindly send it to the committee. I beg to move for leave to introduce a Bill further to amend the Constitution of the Islamic republic of Pakistan [The Constitution (Amendment) Bill, 2010].

جناب چیئرمین: بخاری صاحب is it opposed?

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: We oppose it. گزارش یہ ہے کہ اس پر consultation ہو جائے because primarily they belong to Treasury Benches now وسیم سجاد صاحب، ایس ایم ظفر صاحب اور چوہدری شجاعت صاحب they are our coalition partners and we would like to have discussion with them کیونکہ already 18th amendment کے حوالے سے بھی کمیٹی exist کرتی ہے۔ پھر 19th amendment آئی، merely on basis کہ ہم oppose نہیں کر رہے، let us have deliberation at our level, at Treasury level then it could form as a part of government bill also. اس ایشو پر میں وسیم سجاد صاحب، چوہدری شجاعت صاحب سے بات کرنا چاہتا تھا۔

جناب چیئرمین: جی وسیم صاحب۔

سینیٹر وسیم سجاد: Sir, I will go along with the Leader of the House میرا مطلب یہ تھا کہ consultation وہاں ہو جائے گی۔ I am not pressing کہ یہاں پر آج فیصلہ ہونا ہے۔ This is where every body will be there, بیٹھ کر discuss ہو جائے گا۔ اگر کوئی consensus ہو گیا تو آگے آئے گا۔ نہیں ہو گا تو ختم ہو جائے گا۔

جناب چیئرمین: آپ discuss کر لیں۔ ڈاکٹر مالک صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: جناب! میں گزارش کرتا ہوں۔ پہلے بھی میں نے وسیم سجاد صاحب کی خدمت میں گزارش کی تھی کہ 18th amendment is a package اٹھارھویں ترمیم پر بڑی discussions ہوئی ہیں۔ کافی deliberations ہوئی ہیں۔ اور ہم اس کے signatories ہیں۔ اس کو broader sense میں ہم نے لیا تھا۔ اس کو narrow sense میں نہیں لیا تھا۔ ابھی اٹھارھویں ترمیم کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی اور اس پر ابھی implementation بھی شروع نہیں ہوا اور اس کو اگر آپ واپس لینا چاہیں---

جناب چیئرمین: آپ چاہتے ہیں کہ اس کو defer کر دیا جائے؟

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: جناب! میں کہتا ہوں کہ آپ اس کو defer کر دیں اور وسیم سجاد صاحب سے ہماری گزارش ہے کہ یا تو آپ اپنے colleagues کو اعتماد میں لے لیں، ہم نے ایک positive message دیا تھا، اس طرح اس bill سے ہمارے لیے بہت سی مشکلات پیدا ہوں گی۔

جناب چیئرمین: جی وسیم صاحب۔

سینیٹر وسیم سجاد: میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی تجویز آتی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ final ہو گئی ہے۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک تجویز ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس سے نظام بہتر ہو گا۔ یہاں پر سارے دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر discussion ہو جائے گی۔ یہ ایسا bill ہے کہ جو majority سے بھی pass نہیں ہو سکتا۔ مقصد یہ ہے کہ کسی کی discussion کو روک کر فائدہ نہیں ہوتا۔ بات کرکے، discuss کرکے اگر consensus یہ بنے کہ نہیں لائیں گے تو نہیں لائیں گے۔

Mr. Chairman: Should I put the motion now? I have to put the motion as per the rules.

سینیٹر وسیم سجاد: میرا مطلب یہ ہے کہ اگر ڈاکٹر صاحب اس تجویز کو منظور کر لیں۔ وہاں پر وہ بھی آجائیں۔ discussion ہو جائے گی۔ اسے کوئی force نہیں کر سکتا۔ یہ ایسا bill ہے کہ کوئی بھی amendment اگر ہو گی تو اس کے لیے two third majority درکار ہے۔

جناب چیئرمین: وسیم صاحب! اس stage پر you know it very well انہوں نے oppose کیا ہے۔ I will have to put the motion to the House now. Rules کے مطابق کسی کو تقریر کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

سینیٹر وسیم سجاد: I would not like this to be voted upon because یہاں پر ایسے ممبر بھی نہیں ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ by consensus اگر ہو جاتا ہے تو ٹھیک ہے، نہیں ہے تو پھر آپ defer کر دیں۔

جناب چیئرمین: Consensus نہیں بن رہا۔ جی۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: The government should be in a position کہ وہاں پر کسی ممبر کے لیے کوئی embarrassment کی بات نہ ہو۔ This relates to education, syllabus and curriculum. Those are the

deliberations بڑی۔ وسیم سجاد صاحب، پروفیسر صاحب، سارے ممبر تھے۔subjects which had already devolved ہوئی۔

جناب چیئرمین: ایسا کیجیے بخاری صاحب! آپ بیٹھ جائیے۔ ڈاکٹر مالک بھی بیٹھ جائیں تاکہ کوئی consensus evolve ہو سکے۔ For the time being, I am deferring it. صابر علی بلوچ صاحب موجود ہیں؟ موجود نہیں ہیں۔ Deferred. Item No.10. سلیم سیف اللہ صاحب۔ وہ چھٹی پر ہیں۔ Deferred. Item No. 12, deferred.

Legislative Business

Mr. Chairman: Wasim Sajjad Sahib, would you like to move the motion with regard to this amendment in the Specific Relief Act? What do you want? It is item No. 14.

سینیٹر وسیم سجاد: اس کو بھی defer کر دیں because I think it may need further amendments.

Mr. Chairman: Deferred on the request.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے ایک privilege motion move کیا تھا اور محترم Leader of the House نے یہ کہا تھا کہ ہمیں تھوڑا وقت چاہیے تاکہ ہم اس پر respond کر سکیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ privilege motion میں priority ہوتی ہے۔ آج چار دن اس کو ہو گئے ہیں۔

جناب چیئرمین: کون سا privilege motion ہے؟

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: میں عرض کروں۔ جناب نے Tuesday کا دن اس کے لیے مقرر کیا تھا۔ میں نے concerned ministry, concerned officials سے بات کی ہے and I have called them tomorrow in my office also. وہ ان reports کے بارے میں تھا۔

جناب چیئرمین: آپ کر لیجیے۔ پھر میرے پاس آجائیے۔ Let us look into it. I will be in the morning.

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: کل میں نے اس کے لیے officials کو بلایا ہوا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ ایسا کریں کہ کل officials سے discussion کے بعد میرے پاس آجائیے۔ ٹھیک ہے۔ مجھے as per rules apprise کر دیجیے گا۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: آج adjournment motions آئیں گی یا نہیں؟ کیا position ہے؟

جناب چیئرمین: آئی تھی۔ آپ موجود نہیں تھے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں آیا ہوا تھا۔ میں اپنی کمیٹی سے ادھر آرہا تھا۔

جناب چیئرمین: لیتے ہیں۔ آپ بیٹھیئے۔

Senator Professor Khurshid Ahmed: Sorry for that.

(مداخلت)

جناب چیئرمین: زاہد صاحب دیکھیں۔ rules کے مطابق صرف minister and mover کے درمیان ہوتا ہے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب! بہر حال آپ نے 18th amendment پر موقع نہیں دیا۔

جناب چیئرمین: یہ discussion میں نہیں آتا۔

سینیٹر محمد زاہد خان: میں ابھی اور بات کرنا چاہتا ہوں۔ میرا بھی ایک privilege motion ہے۔ میں نے پہلے دیا ہے۔ آپ نے ہفتے کی بات کی تھی۔ ابھی تک وہ نہیں آیا تو اسے table کر دیں۔ وہ لے آئیں۔

جناب چیئرمین: اس کو ہم نے comments کے لیے بھیجا ہوا ہے۔ We are waiting for the comments. ہم نے کہا کہ ہفتے میں آجائے۔ آج میں اسے check کر لیتا ہوں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب! پھر کل اس کو لے آئیں۔

جناب چیئرمین: میں check کر لیتا ہوں۔ اگر ہو گا تو comments کے مطابق دیکھا جائے گا۔ Next item No. 15. وسیم صاحب! یہ بھی آپ کا ہے۔ اسی میں ہے۔ Now we come to the commenced resolution ڈاکٹر خالد سومرو صاحب۔ جی۔ We may now take item No. 16, regarding further discussion on the following resolution moved by Senator Dr. Khalid Mehmood Soomro on 27th July, 2009. "This House

recommends that the loans written off by the Government Departments, Banks and Financial Institutions so far may be recovered immediately.” اس پر کافی بحث ہو چکی ہے۔ سومرو صاحب! آپ نے بھی بحث کی ہے۔ زاہد خان صاحب نے کی ہے۔ طاہر حسین مشہدی صاحب نے، غلام علی صاحب نے، ابراہیم خان صاحب نے اس پر بحث کی ہے۔ کوئی اور اس پر بات کرنا چاہے گا۔ نہیں۔ منسٹر صاحب کدھر ہیں؟ Who is Minister for Finance?

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: میری آج ان سے بات ہوئی ہے۔ He is in Karachi and he is not feeling well. وہ بیمار ہیں انہوں نے request کی تھی کہ میں بیمار ہونے کی وجہ سے ایوان میں نہیں آسکتا۔ آج میں نے ان سے ذاتی طور پر اسی issue پر بات کی تھی کہ آپ کا business ہے۔ He regretted کہ میں بیمار ہوں، آج حاضر نہیں ہو سکتا۔

جناب چیئرمین: پھر اس کو defer کیا جائے۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: جناب! گزشتہ مرتبہ بھی یہی ہوا تھا، کچھ باتیں ہوئی تھیں۔

جناب چیئرمین: جی سومرو صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: منسٹر صاحب موجود نہیں تھے اور یہ کہا گیا تھا کہ اس پر بعد میں بات کریں گے۔ میں صرف معاملے کی حساسیت کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ یہ قومی اہمیت کا معاملہ ہے۔ غریب چھوٹے لوگوں کے دس ہزار، پانچ ہزار کے قرضے بھی معاف نہیں ہوتے۔ جن کے قرضے معاف کیے جاتے ہیں، ان کے قرضے اربوں، کھربوں میں ہیں۔ یہ قومی مجرم اور قومی لٹیرے ہیں جنہوں نے قوم کو لوٹا ہے۔ ملک کے ساتھ غداری کی ہے۔ میں نے یہ کہا تھا کہ ان کے نام یہاں پیش کیے جائیں تاکہ وہ حسین چہرے لوگوں کے سامنے آسکیں اور یہ بھی بتایا جائے (جاری)

T03–23JAN2012---ASHFAQ/ED.ZAFAR---UR5---4.40PM

جاری------ سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو---

اور یہ بھی بتایا جائے کہ ان کی کن خدمات کے صلے میں یہ قرضے معاف کیے گئے ہیں، ان کے خلاف کارروائی بھی کی جائے۔ میں نے یہ بھی گزارش کی تھی کہ قیام پاکستان سے لے کر آج تک جتنے لوگوں کے قرضے معاف کیے گئے ہیں، اگر ان سے وہ قرضے واپس لیے جائیں تو پاکستان پر قرضوں کا جو بوجھ ہے، ہم اس سے بھی نمٹ سکتے ہیں اور معیشت کو بھی بہتر بنا سکتے ہیں۔ جناب! آپ Minister کو پابند کریں۔

جناب چیئرمین: آپ کی بات آچکی ہے، ان کو پابند کرتے ہیں۔ جی، بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری (قائد ایوان): جناب! گزارش یہ ہے کہ یہ معاملہ before Supreme Court subjudice ہے۔

جناب چیئرمین: یہ Supreme Court میں subjudice ہے؟

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جی بالکل، یہ معاملہ on the same issue Supreme Court میں ہے۔

جناب چیئرمین: وہ بتا رہے ہیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب! میں آپ کے knowledge میں لا رہا تھا کہ بلاشبہ ہمارا موقف ہے کہ جنہوں نے قرضے معاف کرائے، ان کے نام House میں آئیں۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، اگر House یہ recommend کرتا ہے کہ ان سے قرضے واپس لئے جائیں، تو we don't have any objection to that, the only thing is this that today Minister is not well, انہوں نے conclude کرنا ہے، میں نے اس لیے request کی ہے، بات تو ہو چکی ہے۔

جناب چیئرمین: آج اس کو defer کر دیتے ہیں، next date پر see to it that the Minister is here. جی۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں نے اس موضوع پر اظہار خیال نہیں کیا تھا، اس لیے مجھے موقع دیا جائے۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں آج اس کو defer کر دیتے ہیں، جس دن Minister صاحب آئیں گے، آپ کی بات کو سنیں گے اور وہ ذرا refresh بھی ہو جائیں گے ٹھیک ہے جی۔

Senator Professor Khurshid Ahmad: Please, make a note, thank you very much.

جناب چیئرمین: آپ کا شکریہ، تو اس کو defer کر دیتے ہیں، وہ next date پر ضرور آئیں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب! next item میرا ہے۔

جناب چیئرمین: جی، next item آپ کا ہے، آپ resolution move کریں۔

Senator Professor Khurshid Ahmad: I beg to move that "the House recommends that the authority to allot Government accommodations on out of turn basis be withdrawn".

جناب چیئرمین: جی۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں argue کر چکا ہوں، غالباً اس پر اور لوگوں نے اظہار خیال بھی کیا تھا۔

جناب چیئرمین: یہ commenced resolution ہے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جی ہاں۔ یہ resolution اس لحاظ سے بہت important ہے کہ یہ area دو اعتبار سے بہت ہی تکلیف دہ ہے۔ ایک یہ ہے کہ discrimination کا دروازہ کھول کر جس کو چاہتے ہیں out of turn house allot کر دیتے ہیں۔ میرے علم میں ہے کہ جو سرکاری ملازمین حقدار ہیں، وہ 20, 20 سال سے رہنے کی جگہ کے لیے ترس رہے ہیں جبکہ جو favourites ہیں، ان کو جب چاہیں allot کر دیتے ہیں۔ میں دوسری بات بڑے دکھ سے کہتا ہوں کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں وضاحت میں کسی پر الزام نہیں لگایا کرتا لیکن اخبارات اور اس ایوان میں اس شعبے میں بدعنوانی کی چیزیں آتی رہی ہیں کہ کس طرح پیسے لے کر یہ کام کیا جاتا ہے۔ اخبارات میں نیچے سے اوپر تک لوگوں کی involvement کی باتیں بھی آئی ہیں۔ یہ بھی آیا ہے کہ جو honest officers تھے جنہوں نے اس scam and scandals کو روکنے یا expose کرنے کی کوشش کی، انہیں کس طرح paralyze کیا گیا، ان کی promotion کو روکا گیا ہے اور ان کے transfers کئے گئے ہیں۔ دونوں اعتبار سے یہ ایک اصولی بات ہے۔

دوسری یہ بات ہے کہ بدعنوانیوں کو ختم کرنے اور clean and transparent معاملات کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ قانون کے مطابق جو جس نمبر پر، حقدار ہے، اس کو مل جائے، out of turn کا سلسلہ ختم ہونا چاہیئے۔ میں تو ویسے in principle جہاں پر بھی ہو discrimination اس کے بارے میں سمجھتا ہوں کہ corruption کو دور کرنے کے لیے، اس کو ختم کرنا ضروری ہے، اس میدان میں بہت زیادہ ضروری ہے۔ میں اس لیے درخواست کروں گا کہ House متفقہ طور پر منظور کرے کیونکہ یہ کوئی Opposition and Government کا مسئلہ نہیں ہے، یہ قومی مسئلہ ہے، ہم ان recommendations کو بھیجیں اور پھر دیکھیں کہ حکومت اس پر کیا عمل کرتی ہے۔

جناب چیئرمین: جی خالد محمود سومرو صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد سومرو: شکریہ جناب۔ مجھے یہ گزارش کرنی ہے کہ پروفیسر صاحب نے جو قرارداد پیش کی ہے، یہ حقیقت پر مبنی ہے۔ ہم نے یہ دیکھا ہے کہ حق پر کسی کو بھی گھر نہیں ملتا، خاص سفارش ہوتی ہے۔ پتا نہیں ان کا کیا طریقہ کار ہوتا ہے، اخبارات میں بہت سے scandals شائع ہوئے ہیں۔ خاص طور پر جو چھوٹے چھوٹے ملازمین ہیں، ان کی حق تلفی ہوتی ہے۔ ان گھروں پر قبضہ system بھی ہے، لوگ خود retire ہو جاتے ہیں اور قبضہ ان کے پاس ہوتا ہے، ان سے قبضہ بھی نہیں لیا جاتا، اسلام آباد میں رہائش بہت مہنگی ہے۔ اس حوالے سے ہمارا House اس پر باضابطہ طور پر کوئی فیصلہ کرے اور اس Ministry کو پابند کرے کہ جو گھپلے ہو رہے ہیں، ان کو بند کیا جائے اور آپ جو out of turn گھر دیتے ہیں، اس کو بھی ختم کیا جائے۔ خالصتاً merit کی بنیادوں پر جس کا حق بنتا ہے، اس کو وہ حق ملنا چاہیئے، میں یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی مشہدی صاحب۔

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: جناب چیئرمین! آپ کا بہت شکریہ۔ میں بھی اس resolution کو fully endorse and support کروں گا جیسے بتایا بھی گیا ہے۔ اس کے علاوہ جتنے بھی low paid employees ہیں، ان سب کو اس سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے کیونکہ ان کو گھر نہیں ملتے، اس میں زیادہ تر corruption involved ہے اور without money hardly anybody has been able to get any accommodation in Islamabad. Islamabad ایک lucrative place ہے، یہاں پر education بھی اچھی ہے تو جب officials کی posting out ہو جاتی ہے، وہ retain کرتے ہیں، جو کہ post ہوئے ہیں۔ ان بے چاروں کو at the expense of those very high rent پر accommodation لینی پڑتی ہے اور lower staff afford ہی نہیں کر سکتا، اچھی اور reasonable accommodation afford نہیں کر سکتا جتنی ان کی تنخواہ اور allowances allow کرتے ہیں۔ میں اس کو اس لیے بھی support کروں گا کہ even in the senior officers جو کہ powerful ہیں، جیسے FIA and IB ہیں، وہ police officials ہیں یا vague قسم کے officials ہیں، وہ by virtue of their power within the power مکان retain رکھتے ہیں۔ باقی officials or deputy secretaries اور سیدھے سادے officers ہیں، وہ بے چارے accommodation کے لیے again deprived ہو جاتے ہیں۔ اس resolution کو fully support کرنا چاہیئے

اور یہ power, it is arbitrary, unjust یہ corruption کو encourage کرتی ہے، یہ fovourtism کو encourage کرتی ہے، یہ against merit in all respect ہے تو میں اس resolution کو fully support کرتا ہوں۔ Thank you sir.

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ ہم اس resolution کو as ANP support کرتے ہیں کیونکہ یہ ایک مسئلہ ہے اور بےچارے lower class ملازمین کے ساتھ کئی ناانصافیاں ہوتی رہتی ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جو gas shedding ہے، یہ ان بےچاروں کے علاقوں میں زیادہ ہوتی ہے، باقی علاقوں میں نہیں ہوتی۔ ایسا ہوتا ہے کہ لڑائی جھگڑے بھی ہوتے ہیں جب ایک بندہ retire ہوتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ گھر خالی کر دے اور جس بندے کو allot ہوتا ہے وہ بےچارہ اس کے اندر بھی نہیں جا سکتا۔ اس system کا کوئی طریقہ کار بنانا ہوگا تاکہ جو مستحق لوگ ہیں، ان کو allotment ملے، یہ نہ ہو کہ کوئی قبضہ group ہو جب وہ retire ہو جاتا ہے تو وہ اپنے رشتہ دار کو وہاں پر چھوڑ جاتا ہے۔ اس کی allotment seniority پر ہونی چاہیئے اور ان لوگوں کو گھر allot ہونا چاہیئے جو حقدار ہیں تاکہ یہ ناانصافی نہ ہو۔ یہ بہت صحیح resolution ہے اور ہم بھی اس کو support کرتے ہیں۔ اس کا ایسا طریقہ بنانا چاہیئے کہ حقدار کو حق مل سکے، ہم بھی اس کو support کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ بخاری صاحب! Minister صاحب موجود ہیں؟ ایک منٹ ذرا بیگم صاحبہ کی بات سن لیں۔ جی بیگم صاحبہ۔

سینیٹر بیگم نجمہ حمید: جناب! میں پروفیسر صاحب کی بات کی بھرپور تائید کرتی ہوں۔ میرے سامنے کچھ grade 17 کے لوگ ہیں، وہ grade 20 کے لوگوں کے گھر میں رہ رہے ہیں کیونکہ وہ retire ہوگئے ہیں اور انہوں نے وہ گھر اپنے رشتےداروں کو دے دیئے ہیں۔ اس میں CDA بھی involve ہے اور Housing Ministry بھی involve ہے۔ آپ ان کو بھی کہیں کہ وہ اتنا زیادہ fund کیوں لگاتے ہیں، وہ سرکاری گھروں کو palace بنا دیتے ہیں۔ ہم quarters نہیں دے سکتے، وہ سرکاری گھروں پر قابض ہو کر نسل در نسل رہ رہے ہیں تو یہ چیز نہیں ہونی چاہیئے، حقداروں کو حق ملنا چاہیئے۔ بہت سے لوگ grade 18 and 20 کے ہیں، ان بےچاروں کو گھر نہیں مل رہے اور وہ پرانے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں جو بہت پرانے وقتوں سے ان کے پاس ہیں لیکن جو لوگ اثرورسوخ رکھتے ہیں یا

ان کااس ادارے میں کوئی نہ کوئی رشتے دار ہے، وہ allotment دے دیتے ہیں۔ میں پروفیسر خورشید صاحب کی اس بات کی بھرپور تائید کرتی ہوں اور آپ اس پر ضرور action لیں کیونکہ آپ action لے سکتے ہیں۔ CDA کے خلاف بھی action لیں کہ وہ اس پر بہت سا fund لگاتے ہیں، اس کے لیے بھی کچھ رقم مختص ہونی چاہئیے کہ کتنی لگانی چاہئیے اور کتنی نہیں لگانی چاہئیے، وہ لوگ اس پر بہت زیادہ اخراجات بھی کرتے ہیں اور ایسے گھر بناتے ہیں کہ بااثر لوگ صدیوں سے ان گھروں میں پشت در پشت رہ رہے ہیں۔ Thank you.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ کلثوم صاحبہ! آپ button دبایا کریں، جی فرمائیے،آپ اپنی speech کریں، please اپنے views express کیجیئے۔

سینیٹر کلثوم پروین: شکریہ جناب۔ معذرت کے ساتھ ابھی نئی practices ہیں، اس لیے مجھے یاد نہیں رہا۔

جناب چیئرمین: کوئی بات نہیں ہے۔

سینیٹر کلثوم پروین: جناب! پروفیسر خورشید صاحب نے جو resolution move کی ہے اس کے بارے میں ایک بات کہوں گی اور میں House میں یہ پہلے بھی raise کر چکی ہوں۔ ہم کہتے ہیں کہ out of turn گھر allot کئے جاتے ہیں، مجھے نہیں پتا کہ وہاں پر merit کا criterion کیا fix ہے، میرے ساتھ میرے PS ہیں، ان کی 30 years service ہو گئی ہے۔۔۔آگے۔۔۔T04

T04-23JAN2012 FURQAN[ED.JAVAID] 04.50P.M. ER8

سینیٹر کلثوم پروین (جاری)۔ میرے ساتھ جو میرے PS صاحب ہیں، ان کی سروس 30سال ہو گئی ہے، وہ گریڈ19 کے آفیسر ہیں۔ میں خود کئی دفعہ کوشش کی۔ بنگش صاحب نے بڑی مہربانی کی اور مجھے اس کمیٹی میں specially بلایامگر میری کہیں پر بھی شنوائی نہیں ہوئی۔ میں جس شخص کا ذکر کررہی ہوں وہ most senior ہے، اسے تین دفعہ مکان الاٹ ہوا لیکن مجھے نہیں پتا لوگ کیوں ہر جگہ پرائم منسٹر یا صدر کا نام لے لیتے ہیں۔ اس پر بھی حکومت کو دھیان دینا چاہیے۔ اس بندے کو مکان الاٹ ہو گیا جو اس شخص سے 16 سال junior تھا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر out of turn or merit کا کوئی criterion ہے تو وہ ہاؤس کو بتایا جائے تاکہ اس پر عمل درآمد ہو سکے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ڈاکٹر مالک صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبد المالک: جناب چیئرمین شکریہ۔ میں اس کو fully support کرتا ہوں لیکن میں اس ہاؤس کے سامنے ایک question رکھوں گا کہ آخر یہ پیسے لینے والے کون ہیں، اپوزیشن بھی اس کو support کر رہی ہے، President بھی اس کو support کر رہا ہے، پیسے بھی غریب غرباء سے لے رہے ہیں۔ ذرا ہم اپنے گریبانوں کو تو جھانک کر دیکھیں کہ اس کے تانے بانے کہاں جا کرملتے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ اپوزیشن تو چیخ رہی ہے، سمجھ میں آتا ہے لیکن گورنمنٹ والے جو اسے recommend کر رہے ہیں وہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آخر وہ politicians جو وزراء ہیں، جو حکومت میں بیٹھے ہوئے ہیں، کیا وہ اس چیز کو روکنا چاہتے ہیں اگر وہ روکنا نہیں چاہتے تو یہ نہیں رکے گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی فوزیہ صاحبہ۔

سینیٹر فوزیہ فخرالزمان: جناب چیئرمین: میں یہ عرض کروں گی کہ ایک لیڈی ٹیچر ہے اور وہ 25 سال سے جونیئر ماڈل سکول میں پڑھا رہی ہے، ابھی تک اس کو کوارٹر نہیں ملا اور جو ملا تھا وہ بھی cancel ہو گیا ہے۔

جناب چیئرمین: اب منسٹر صاحب آ کر جواب دیں گے۔ بخاری صاحب! منسٹر صاحب کہاں ہیں؟

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: یہ ایک request ہے جو میں نے دیکھی جو deferment کے لیے تھی۔

جناب چیئرمین: تمام منسٹر حضرات ملک سے باہر ہیں، اسلام آباد سے باہر ہیں یا بیمار ہیں، کوئی ہاؤس میں آنے کے لیے تیار نہیں ہے، کیا بات ہے؟

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: جناب! میری سفارش ہے کہ یہ تمام وزارتیں قائد ایوان کے حوالے کر دی جائیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب والا! اس issue پر میں گزارش کروں کہ یہ معاملہ سپریم کورٹ میں بھی تھا اور سپریم کورٹ نے اس issue پر already direction بھی دی ہوئی ہے۔

Mr. Chairman: Would you like to respond?

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: I don't know who will respond

لیکن اگر اس کو اس وقت defer کر دیں تو زیادہ مناسب ہے۔

جناب چیئرمین: next rota day پر منسٹر صاحب آئیں اور اس کا جواب دیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: یا کسی اور کو مقرر کریں۔

Mr. Chairman: After the 18th Amendment, collective responsibility

کسی کو دیں۔ اگر وہ ملک سے باہر ہیں یا بیمار ہیں تو کوئی منسٹر تو ہو گا۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: I am rightly observing sir.

جناب چیئرمین: جی پروفیسر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں صرف ایک بات کا اضافہ کروں گا کہ آپ بھی اور بحیثیت مجموعی یہ ہاؤس بھی ہمارے محترم وزراء کے لیے ہی lenient رویہ اختیار کرتے ہیں، بالعموم نظر یہی آتا ہے کہ انہیں سینیٹ کی کارروائیوں میں دلچسپی نہیں ہے، وہ غائب ہوتے ہیں یا بیمار ہوتے ہیں، اگر اتنے ہی بیمار ہیں تو پھر کیبنٹ پر رحم کریں، ٹھیک سے اپنا علاج کروائیں اور ملک کو مریض نہ بنائیں۔ آپ ضرور defer کر دیں لیکن اس deadline کے اگر اگلے rota day پر یہ جواب نہیں ملتا تو House will pass this Resolustion.

Mr. Chairman: Please convey the concerned Ministers, who are not present today that they should be present on the next rota day for the purpose of responding to this Resolution, failing whereof, the House would take some action against them. Thank you.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: آپ کا بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: حافظ رشید صاحب موجود ہیں؟ موجود نہیں ہیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب والا! اس پر میری ایک گزارش ہے کہ کئی مرتبہ پہلے بھی ہوا ہے کہ Ministers نہیں ہوتے اور جو movers ہیں they are not available also. اب منسٹر صاحب موجود ہیں۔

جناب چیئرمین: اب دیکھیں جب Ministers آجاتے ہیں تو members غائب ہو جاتے ہیں۔ پروفیسر صاحب! اب ان members کے لیے کیا کیا جائے؟ Rules are silent.

سینیٹر پروفیسر خورشید: اگر وہ موجود نہیں ہیں تو آپ اس کو deal کر کے ختم کر دیجئے۔

جناب چیئرمین: Respond کر دیجئیے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: جناب چیئرمین! ایک میری observation ہے کہ یہ جو آپ نے Standing Committees بنائی ہیں، اس میں مشکل سے تین چار لوگ ہوتے ہیں۔ جیسے میں ایک کمیٹی کو head کر رہا ہوں، اس کا کورم پورا کرنا ایک عذاب ہوتا ہے۔

جناب چیئرمین: Members نہیں آتے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: Members نہیں آتے ہیں۔ میں تو آپ کو ایک detailed report دے رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! آپ کا کہنا ہے کہ members and the Ministers are on the same platform, دونوں ہی نہیں آتے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: میں Ministers کی وکالت نہیں کر رہا ہوں، وہ تو ہم لوگوں سے زیادہ غیر حاضر ہوتے ہیں۔

Mr. Chairman: Little bit more. Yes, Minister sahib please.

انجینئر شوکت اللہ: شکریہ جناب چیئرمین۔ یہ Resolution 5th April, 2011 سے چل رہی ہے اور اس کے بعد حکومت نے F.C.R. میں متعدد amendments کیں ہیں، 13th August, 2011 کو اس میں کافی amendments ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ Political Parties Act وہاں پر extend ہوئی ہے، اس سلسلے میں باقی جو بھی steps لینے ہیں وہ دوسری حکومت کرتی ہے یا ہماری حکومت کرتی ہے، ہم نے ایک راستہ کھول دیا ہے۔ F.C.R کو جیسے sacred cow کی حیثیت حاصل تھی، وہ اب نہیں ہے، کوئی آکر اس میں further amendment کر سکتا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کا یہ کہنا ہے کہ یہ Resolution infructuous ہو گیا ہے۔

So, I put it to the Resolution with the House. Now I put the Resolution before the House. It has been moved that this House recommends that necessary reforms be made in F.C.R.

یہ clear نہیں ہو رہا، بھئی آپ ہاں یا نہ تو کریں۔

You are sitting over here, say yes or no, accordingly we will decide. It has been moved that this House recommends that necessary reforms be made in F.C.R.

(The Resolution is rejected.)

Mr. Chairman: Item No. 19. Mr. Talha Mehmood. He is not present. Deferred.

The time is wasted because of the non presence of the اب دیکھیں members بھی موجود نہیں ہیں۔ members as well as the Ministers. This is the reason, we have made certain amendments in the Rules جو ہاؤس میں آجائیں گے، اس میں ہم یہ provision رکھ رہے ہیں کہ اگر members نہ آئیں تو کیا کیا جائے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئرمین! یہ ضرور رکھیں۔

جناب چیئرمین: زاہد صاحب! ہم نے یہ رکھ دیا ہے۔ انشاء اللہ یہ ہاؤس میں آجائے گا۔

Now Item No. 20. It stands in the name of Raja Muhammad Zafar-ul-Haq, Prof. Khurshid Ahmed, Prof. Muhammad Ibrahim Khan, Mr. Mohammad Ishaq Dar and Mr. Naeem Hussain Chattah. Who would like to move the Resolution? Prof. sahib please move the Resolution.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں مندرجہ ذیل Resolution اس ایوان میں پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں، اپنی اور اپنے co-sponsors کی جانب سے یعنی راجہ محمد ظفر الحق صاحب، پروفیسر محمد ابراہیم صاحب، جناب محمد اسحاق ڈار صاحب اور نعیم حسین چٹھہ صاحب۔

The House recommends the Government may take immediate steps to declare Urdu as official language of the country in pursuance of Article 251 (1) of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, 1973.

جناب چیئرمین! بلاشبہ 1973 کے دستور میں اردو کو official معاملات کے لیے قومی زبان قرار دیا گیا اور طے ہوا تھا کہ پندرہ سال کے اندر حکومت کی ساری کارروائی قومی زبان میں ہو گی۔ کیا قومی زبان ہے یہ مشتبہ نہیں ہے۔ قومی زبان کا مقام کسی ملک میں کیا ہوتا ہے، یہ کوئی انجانی شے نہیں ہے۔ اس کے یہ معانی نہیں ہیں کہ دوسری زبانیں غیر اہم ہیں یا ان کی ترقی کو کسی حیثیت سے بھی نظر انداز کیا جانا چاہیئے۔ ہم نے ہمیشہ یہ بات کہی کہ بین الاقوامی رابطے کے لیے انگریزی زبان اور جو ملک کی بھی علاقائی زبانیں ہیں، ان سب کو ہر اعتبار سے یعنی تحقیق، تعلیم اور communication کا پورا موقع ملنا چاہیے لیکن قومی زبان ایک ہی ہے اور اس قومی زبان کو لازماً official business کا vehicle بننا چاہیے۔ پندرہ سال کی مدت کو ختم ہوئے، آج پندرہ سال سے زیادہ ہو چکے ہیں لیکن اس طرف حکومت نے کوئی اقدام نہیں کیا ہے۔ یہاں میں یہ بات کھلے دل سے کہنا چاہتا ہوں کہ خیبر پختونخوا کی حکومت میرے علم کی حد تک وہ واحد حکومت جس نے پچھلے پانچ سال میں عملاً کوشش کی ہے۔

(آگے جاری T05)

T05-23JAN2012.........FANI\ED(Javaid)..................5.00PM....................UR12

(پروفیسر خورشید احمد) جاری

یہاں پر یہ بات میں بڑے کھل دل سے کہنا چاہتا ہوں کہ خیبر پختونخوا کی حکومت، میرے علم کی حد تک، واحد حکومت ہے جس نے پچھلے پانچ، چھ سال کے اندر عملاً کوشش کی ہے اور وہاں سرکاری خط و کتابت، کابینہ کے فیصلے، وزراء کے notes اور Officials کے notes انگریزی کے ساتھ ساتھ قومی زبان میں بھی شروع ہو گئے ہیں یہ اچھی development ہے لیکن یہ صوبے کے لوگوں کی کوشش ہے اس میں حکومت کا اور مرکزی حکومت کا کوئی کردار نہیں۔

جناب والا، مجھے یہ بات بھی بڑے دکھ سے کہنی پڑتی ہے کہ بیشتر چیزیں جو انگریزی میں لکھی جاتی ہیں، سچی بات یہ ہے کہ وہ ناقص انگریزی میں ہوتی ہیں۔ آدمی سر پکڑ لیتا ہے کہ ایک طرف یہ زبان ہم پر مسلط ہے اور دوسری طرف عالم یہ ہے کہ اس کے بھی دو جملے ٹھیک طریقے سے نہیں لکھے جاتے۔ حتیٰ کہ قانون سازی کے لیے جو مسودے یہاں آتے ہیں، ان کی انگریزی ہم ٹھیک کرتے ہیں۔ سوالات

کے جوابات جو انگریزی میں آتے ہیں، ان کی زبان کی غلطیاں ہم درست کرتے ہیں لیکن بحیثیت مجموعی یہ قومی failure ہے۔ میں اس میں کسی حکومت کو دوش نہیں دے رہا ہوں، جو بھی اقتدار میں رہا ہے وہ سب ذمہ دار ہیں۔کہا جاتا ہے کہ terms موجود نہیں ہیں لیکن میں پوری ذمہ داری سے آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں کہ یونیورسٹیوں نے اور مقتدرہ قومی زبان نے، خاص کر کراچی یونیورسٹی نے متبادل terms کی 1960 میں ایک دو نہیں پچیسیوں کتب شائع کی ہیں۔ میں نے خود تقریباً اٹھارہ سال serve کیے ہیں دو تین کمیٹیوں کے اوپر جو انہوں نے متبادل terms وضع کی ہیں۔ مقتدرہ قومی زبان نے تو میرے علم کی حد تک تین سو سے زیادہ documents شائع کیے ہیں جس میں تقریباً ہر subject وہ سائنس ہو، ایڈمنسٹریشن ہو، سوشل سائنسز ہوں، اردو میں ان کے متبادل موجود ہیں۔اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم اپنی قومی زبان کو اہمیت نہیں دیتے۔آپ اس ایوان کو دیکھ لیجیئے، اس ایوان میں نوے فیصد لوگ اردو بولتے ہیں بمشکل دس فیصد انگریزی میں اظہار خیال کرتے ہیں۔اس سے ہم انگریزی کی کوئی تحقیر نہیں کرنا چاہتے۔آپ کو پتا ہے کہ میں خود انگریزی میں لکھتا ہوں، انگریزی بولتا ہوں لیکن مجھے فخر ہے کہ میں اس ایوان میں کوشش کرتا ہوں کہ اپنی بات کو قومی زبان کے اندر ادا کروں اور میرے بیشتر ساتھی بھی یہی کر رہے ہیں۔ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ یہ ایوان دو ٹوک انداز میں حکومت کو کہے کہ اس سلسلے میں ہم یہ اقدام کریں اور مناسب تو یہ ہے کہ کوئی ایک وقت کی میزان ,target مقرر کر کے یہ کام کر ڈالیں۔ ایک دفعہ آپ یہ کام کر لیں گے تو پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھے گا لیکن اگر آپ یہ کام نہیں کریں گے تو اسی طرح مہلک رہے گا۔اس لیے میں سمجھتا ہوں یہ دستور کا minimum تقاضا ہے اور رابطے کی زبان کا کہ اسی کے ذریعے سے ہم اپنی شناخت کو بھی محفوظ رکھ سکتے ہیں اور اپنے لوگوں کے لیے سہولت فراہم کر سکتے ہیں۔ اس وقت بھی ملک کو اگر آپ دیکھیں، جن کو انگریزی کی سوجھ بوجھ ہے، command نہیں وہ بھی پانچ فیصد سے زیادہ نہیں ہیں۔ تو آخر ان پانچ فیصدی کے لیے آپ نے پچانوے فیصد کو نظر انداز کیا ہوا ہے۔ایک بار پھر میں وضاحت کروں کہ انگریزی کو تعلیم کا ایک ذریعہ، ایک optional language بین الاقوامی contact کے لیے، رابطے کا ذریعہ، علم اور تحقیق کے میدان تک رسائی کے لیے ضرور ہونا چاہیے۔ تمام علاقائی زبانیں، چاہے سندھی ہے، پشتو ہے، بلوچی، پنجابی ہے، بروہی ہے یہ سب ہماری زبانیں ہیں اور ان کے تحفظ اور ترقی کے لیے پورے پورے مواقع ہونے چاہییں لیکن اس کے ساتھ ساتھ بطور official language تمام معاملات قومی زبان کے اندر ہونے چاہییں۔ یہ بہت بڑی کوتاہی ہے اور جتنی جلدی اس کی تلافی ہو اتنا ہی ضروری ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ یہ ایوان اپنی آواز اس مسئلے پر بلند کرے اور اس طرح ہم حکومت کو متوجہ کریں، صرف حکومت ہی کو نہیں بلکہ پورے ملک کی حکومتوں کو، پورے ملک کے تمام عناصر کو کہ آئیے اور اپنی

قومی زبان کو عملاً نافذ کرنا، اس میں اپنے معاملات کو چلانا ہے تو یہ کام کیجئیے۔ شاید آپ نے پولیس کی FIRs دیکھی ہوں گی۔ جہاں تک میں نے دیکھی ہیں وہاں پر بھی 95% اردو میں لکھی جاتی ہیں English 5% hardly میں لکھی جاتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہم ایسا کیوں نہیں کرتے۔ تو اس لیے یہ ایک حقیقت ہے، ground reality ہے تو اس کے تحت ہمیں اپنے معاملات کو طے کرنا چاہیے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ خالد محمود سومرو صاحب۔ ایک منٹ۔ جی چٹھہ صاحب! آپ اپنا بٹن دبائیں تو یہاں پر آپ کا نام آئے گا۔ سومرو صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ جی آپ mover ہیں لیکن آپ ہاتھ کھڑا نہ کریں بلکہ بٹن دبائیں تو آپ کا نام یہاں سکرین پر آجائے گا۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: میں سمجھتا ہوں کہ ترجیح movers کو دی جاتی ہے۔ میں نے کئی بار ہاتھ اٹھایا ہے۔

جناب چیئرمین: movers کو ہم preference ضرور دیں گے مگر وہ بتائے تو سہی کہ وہ بولنا چاہتا ہے۔ کئی دفعہ نہیں بھی بولنا چاہتے تو اس لیے ہاتھ نہیں اٹھانا، بٹن دبانا ہے تاکہ آپ کا نام ادھر آجائے۔ جی آپ اب بول لیجیئے۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: شکریہ جناب چیئرمین! اردو زبان کا یہ بڑا دیرینہ مسئلہ ہے اور آئینی مسئلہ ہے۔ زبان دراصل سماجی ابلاغ اور کسی بھی قوم کے وجود، بقاء اور اس کی ترقی کے لیے ناگزیر ہے۔ یہ ایک نسل سے دوسری نسل تک bridge کا کام دیتی ہے۔ اس لیے یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ عرصہ قدیم سے یہ مسئلہ چل رہا ہے مثلاً Lord Chelmsford جو یہاں 1917 میں وائسرائے تھے ان کے ہاں یہ بحث چلی اور ماہرین علم بیٹھے تھے تو ایک موقع پر انہوں نے اس حوالے سے کہا کہ مقامی طالب علم نوکریوں کی غرض سے ایک مشکل اور غیر ملکی زبان تو طوطے کی طرح رٹ لیتے ہیں لیکن حاصل شدہ علوم میں انہیں کوئی عبور حاصل نہیں ہوتا۔ اس کو تعلیم نہیں کہنا چاہیے بلکہ یہ تعلیم کا منہ چڑانا ہوتا ہے۔ This is an observation of an English Viceroy about Urdu اس لحاظ سے میں آگے چل کر آپ کو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ماضی میں انگریزی کبھی بھی سائنسی زبان نہیں رہی مثلاً فرانسیسی ۱۵۰۰ عیسوی تک انگریزی زبان پر غالب رہی اور انگلستان میں بھی سائنسی علوم فرانسیسی میں پڑھائے جاتے تھے۔ اس کے بعد فرانسیسیوں کا جب غلبہ ذرا کمزور ہوا تو پھر انگریزی اس کے غلبہ سے نکلی تو Beacon and Newton جیسے سائنسدان پیدا ہوئے۔ انہوں نے تب سے انگریزی پڑھانی شروع کی تو

انہوں نے ذاتی مشاہدوں کو قومی زبان میں تحریر کیا۔ اس کے بعد انگریز قوم میں بڑے بڑے سائنسدان پیدا ہوئے اور انہوں نے اپنی زبان میں لکھا بھی اور سوچا بھی۔ جہاں تک کہ اردو کی وسعت و صلاحیت برائے ذریعہ تعلیم کا تعلق ہے تو اس پر ایک عالم گواہ ہے کئی ایسی مثالیں میں پیش کر سکتا ہوں، میں نے اس پر تھوڑی بہت ریسرچ بھی کی ہے اور اس سے متعلقہ لٹریچر پڑھا بھی ہے لیکن میں آپ کا زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا۔ اس لحاظ سے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ہماری قیادت کی سراسر غلطی تھی کہ آزادی کے ساتھ ہی انگریزوں کی چال میں آگئی ۔ انگریزوں کے تسلسل سے جو بیورو کریسی وجود میں آئی اس نے سراسر اپنے جوہر اور اپنی حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے اردو کو کبھی قریب نہ آنے دیا اور شوشہ یہ چھوڑا کہ اردو میں صلاحیت کا فقدان ہے لہٰذا یہ نہ تو سرکاری زبان بن سکتی ہے اور اپنی بے سروسامانی کے سبب ذریعہ تعلیم بننے کے قابل بھی نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ سراسر اپنی غلامی کے اظہار کا ایک طریقہ تھا۔

جناب والا، اس کے بعد پھر یوں ہوا کہ مثال کے طور پر جب چو این لائی صاحب پہلی بار پاکستان آئے تو پریس کانفرنس کرتے ہوئے ان کے ترجمان نے ان کے کسی جملے کا غلط ترجمہ کیا تو چو این لائی صاحب فوراً انگریزی میں بولے کہ اس کا مطلب یہ نہیں، یوں ہے اور پھر کافی دیر تک وہ خوبصورت انداز میں انگریزی بولنے کے بعد اپنی قومی زبان میں گفتگوء شروع کر دی۔ جب ۱۹۴۹ میں چین میں انقلاب آیا تو اس وقت وہاں انگریزی رائج تھی، سکولوں اور کالجوں میں انگریزی موجود تھی۔ چین کا ٹیکنالوجی کے لحاظ سے یہ حال تھا کہ وہ کئی سالوں تک لاہور کی بیکو فیکٹری سے برقی کھڈیاں اور دیگر سازوسامان منگواتے رہے ہیں لیکن آزاد ہوتے ہی ماؤزے تنگ نے اعلان کیا کہ چینی بچے چینی زبان اور چین کے اساتذہ سے ہی جملہ علوم و فنون حاصل کریں گے۔ انہوں نے چینی اساتذہ پر خاص طور پر زور دیا اور یہ میں سمجھتا ہوں کہ آزاد ہونے کی ایک basic شرط ہے جس کو چو این لائی نے ہم پر اس طرح اجاگر کیا۔ آپ دیکھیں چینی زبان میں پڑھ کر آج چین کے لوگ کس طرح ترقی کی منازل طے کر رہے ہیں اور اپنی بلندیوں پر موجود ہیں۔

جناب والا، ایک اور مثال دیتا ہوں کہ 1945 میں ہزیمت شدہ شکست خوردہ شہنشاہ ہیرو ہیٹو جو جاپان کے تھے وہ اپنے فاتح امریکہ جرنیل میکرا تھر کے سامنے بیٹھے اور امریکہ، جاپان تعلقات کا فیصلہ کر رہے تھے تو شہنشاہ نے صرف ایک ہی فرمائش کی اور شرط رکھی کہ میرے نظام تعلیم اور جاپانی زبان کو نہ چھیڑا جائے۔ تباہی کے باوجود اس شخص پر جاپان چھایا رہا اور چند سالوں میں پوری دنیا میں معاشی عفریت بن گیا۔ جناب والا، اپنی زبان میں بولنا، سمجھنا، پڑھنے کا ایک بہت ضروری ذریعہ ہے جس سے کہ قوم ترقی کر سکتی ہے اور اپنے ملک کو مضبوط کر سکتی ہے۔

آگے جاری-------------------------T06

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: (جاری) اس طرح ہمارے ملک میں بھی آج تک برسراقتدار رہنے والے سیاستدان، خواہ موجودہ ہوں یا گزشتہ ادوار کے، آئین اور جمہوریت کا بہت تذکرہ کرتے ہیں قطع نظر اس کے کہ انہوں نے بذاتِ خود قانون شکن آمروں کی گود میں پرورش پائی یا ان کے سہارے سیاست میں آکر ملک کے سیاہ و سفید کے مالک بن گئے۔ اس تناظر میں جائزہ لیا جائے تو باقی دساتیر کو ایک طرف رکھتے ہوئے، 1973 کے موجودہ آئین کو سامنے رکھیں، اس کے مطابق 14 اگست، 1988 تک پاکستان میں نفاذِ اردو کا کام ہوجانا چاہیے تھا، مکمل ہونا چاہیے تھا کیونکہ آئین کی دفعہ 251 اس امر کی یقین دہانی کراتی ہے کہ اس کو نافذ کیا جائے لیکن یہ ساری ہماری قیادت کی کمزوری اور ناکامی سمجھیے کہ آج تک ہم اس لحاظ سے اردو کو کوئی پذیرائی اور حیثیت نہیں دے سکے۔ اس کی وجہ سے سارے لڑکے جو فیل ہوتے ہیں ان میں صرف انگریزی میں %60 فیل ہوجاتے ہیں، وہ باقی سارے مضامین میں بڑے اچھے نمبر لے جاتے ہیں لیکن انہیں فیل قرار دیا جاتا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ وہ اسی بہانے پڑھائی چھوڑ کر، ان پڑھ ہو کر قوم پر بوجھ بن جاتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ انگریزی کو لازمی قرار نہ دیا جائے۔ وہ لڑکے جو صرف انگریزی میں فیل ہونے کی وجہ سے رد یا مسترد کردیے جاتے ہیں، اس طرح وہ بےچارے ان پڑھ اور ساری عمر آوارہ پھرتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ ہمارا قومی نقصان ہے۔ ہمارے ملک کی مضبوطی کے لیے ضروری ہے کہ انگریزی کو لازمی قرار نہ دیا جائے اور جیسا کہ دوسری قوموں نے ترقی کی ہے، اگر آپ دیکھیں یورپ میں انگریزی کا کوئی مقام نہیں۔ فرانسیسیوں اور جرمنوں کو انگریزی اگر آتی بھی ہو، خواہ آپ کچھ کرتے رہیں، وہ انگریزی نہیں سمجھیں گے اور نہ جواب دیں گے حالانکہ انہیں پتا ہوتا ہے۔ صرف اس لیے کہ وہ اپنی زبان سے پیار کرتے ہیں، اسے اہمیت دیتے ہیں اور اپنی شخصیت اور قومیت کا تحفظ کرتے ہیں۔ ہم ان غلامی کی زنجیروں سے آج تک نکل نہیں سکے تو ہمیں فی الفور اپنی اس آئینی دفعہ کا نفاذ کرنا چاہیے۔ جنابِ بھٹو صاحب نے آئین بنایا اور انہوں نے 1988 تک یہ گنجائش رکھی کہ کہ 88 کے بعد سرکاری زبان اردو ہوگی۔ 1988 کے بعد اب چوبیس سال ہوگئے ہیں، اس کی مسلسل خلاف ورزی ہورہی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک آئینی مسئلہ ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری ترقی اور کامیابی کا مسئلہ بھی ہے، اس لحاظ سے فی الفور اس حکومت کو چاہیے کہ اردو کو سرکاری زبان کا درجہ دے۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ پروفیسر ابراہیم صاحب۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: شکریہ جناب چیئرمین۔ میرے فاضل دوستوں نے جو باتیں ارشاد فرمائی ہیں، ان سے اتفاق کرتے ہوئے میں آپ کی توجہ آئین کے آرٹیکل کی طرف بھی دلاؤں گا۔ آپ کی اجازت سے میں آئین کے آرٹیکل 251 کی پہلی clause پڑھتا ہوں:

> "251. (1) The National language of Pakistan is Urdu and arrangements shall be made for its being used for official and other purposes within fifteen years from the commencing day."

آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ commencing day 14th August, 1973 تھا اور 13th August, 1988 کو یہ مدت پوری ہوئی۔ 14 اگست 1988 سے پاکستان کا سارا کاروبار اردو زبان میں ہونا چاہیے تھا۔

میں نے اخبار میں یہ پڑھا تھا کہ عدالتوں میں بھی کچھ لوگ اس موضوع پر گئے ہیں اور غالباً سپریم کورٹ میں observation pass ہوئی کہ حکومت نے آج تک یہ کام کیوں نہیں کیا۔ یہ observation اپنی جگہ درست ہے اور حکومت کو یہ کام کرنا چاہیے لیکن میں عدالتوں کے بارے میں بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس یہ حکم کیوں نہیں دیتیں کہ کم از کم ان کی کارروائی تو فوری طور پر اردو میں ہوجائے۔ وہاں پر وکلاء جو بات کہتے ہیں، مدعی اور مدعا علیہ کو کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ ان کے وکلاء کیا کہہ رہے ہیں اور ججز صاحبان کیا کہہ رہے ہیں اور ان کی قسمت کا فیصلہ ہورہا ہوتا ہے۔ اسی طرح پارلیمنٹ کے اندر ہماری بنیادی کارروائی انگریزی میں ہوتی ہے جبکہ اردو میں ترجمہ ہوتا ہے۔ ترجمہ اردو سے انگریزی میں ہونا چاہیے اور بنیادی کام اردو زبان میں ہونا چاہیے۔

اسی طرح مقابلے کے امتحانات انگریزی زبان میں ہورہے ہیں اور اسی وجہ سے ہم بھی مجبور ہیں کہ اگر پرائیویٹ سکول کھولتے ہیں تو اس کو English medium declare کریں ورنہ بچے وہاں کا رخ نہیں کرتے۔ اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ اعلیٰ عدالتوں کی کارروائی اردو میں ہو، پارلیمنٹ میں بنیادی کام اردو زبان میں ہو، انگریزی میں اس کا ترجمہ ہو اور مقابلے کے امتحانات فوری طور پر انگریزی زبان سے تبدیل کرکے اردو زبان میں ہوجائیں۔

میں آپ کی توجہ آئین کے آرٹیکل 31 کی طرف بھی مبذول کرانا چاہوں گا۔ اس آرٹیکل کا عنوان ہے Islamic way of life. اس کی Clause 2 کہتی ہے:

"(2) The State shall endeavour, as respects the Muslims of Pakistan,--

(a) to make the teaching of the Holy Quran and Islamiat compulsory, to encourage and facilitate the learning of Arabic language and to secure correct and exact printing and publishing of the Holy Quran"

جناب چیئرمین! یہ بھی بہت ضروری ہے، اردو کے ساتھ ساتھ عربی زبان کی ترویج اور قرآنِ عظیم الشان کی تعلیمات کو عام کرنا اور قرآن عظیم الشان کے ترجمے کو نصاب کا حصہ بنانا، میٹرک کے طالب علم کو دسویں جماعت پاس کرتے ہوئے، قرآنِ مجید کا مکمل ترجمہ آنا چاہیے۔ اس کے ساتھ عربی زبان ہمارے لیے آخرت کی کامیابی کا باعث بھی بنے گی اور اگر ہم دنیا میں بھی ترقی کرنا چاہیں، میرے خیال میں انگریزی زبان سے زیادہ ہم عربی کی طرف اگر متوجہ ہوں، تو اس سے ہم ترقی کرسکتے ہیں۔

میں آخری بات عرض کروں گا کہ ہم جب اردو کی بات کرتے ہیں تو ہمارے کچھ دوست اردو کو مقامی زبانوں کے مقابلے پر لاتے ہیں۔ میں پشتو بولنے والا ہوں اور پشتو سے مجھے محبت ہے لیکن اردو اس وقت اس ملک کے اندر رابطے کی زبان ہے۔ اصل میں صورتحال اردو بمقابلہ انگریزی ہے۔ اس وقت ایسا نہیں ہے کہ ملک کا کاروبار پشتو یا پنجابی یا سرائیکی یا سندھی یا بلوچی میں چل رہا ہے اور ہم اس کو ختم کرکے اردو لانا چاہتے ہیں۔ یہاں تو مسئلہ یہ ہے کہ سب کچھ ایک بدیسی زبان انگریزی میں ہورہا ہے، اس زبان کو دیس نکالا کرنا چاہتے ہیں اور اس کی جگہ اردو لانا چاہتے ہیں۔ اس لیے میں آپ کی وساطت سے اپنے دوستوں سے یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ اردو کو مقامی زبان کے مقابلے پر لانے کی بجائے، انگریزی کے ساتھ اس کا جو مقابلہ ہورہا ہے، اسی پسِ منظر اور perspective میں اس کو رکھ کر دیکھا جائے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی خالد محمود سومرو صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: شکریہ جناب۔ کافی باتیں میرے محترم ساتھیوں نے کی ہیں، میں کچھ باتوں سے اتفاق کرتا ہوں اور کچھ سے اختلاف بھی کرتا ہوں۔ اس پر تو میں متفق ہوں کہ انگریزی سے جان چھڑائی جائے۔ آخر کیوں یہ ہم پر مسلط ہے؟ یہ غلامی کی

علامت ہے۔ ہمارے باپ دادا کی زبان کوئی انگریزی نہیں تھی اور کہیں پر بھی یہ نہیں ہے کہ انگریزی نے ہماری دھرتی پر قبضہ کیا اور ہم غاصبوں کی زبان کو یہاں پر سرکاری زبان بنائے ہوئے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ غلامی کی علامت ہے، اس سے جان چھڑانی چاہیے۔ اس تجویز سے بھی اتفاق کرتا ہوں کہ کم از کم فوری طور پر تمام عدالتوں میں، تھانے سے لے کر اوپر تک، تمام عدالتیں جتنی بھی ہیں جہاں ابتدائی کارروائی ہوتی ہے یا آخری کارروائی ہوتی ہے، ہماری نیشنل اسمبلی، ہمارا سینیٹ اور جتنے بھی سرکاری دفاتر ہیں، جتنے بھی اہم دفاتر ہیں، یا مقابلے کے امتحانات، وہاں سے انگریزی کو نکال دیا جائے اور رابطے کی زبان کے طور پر اردو کو لایا جائے لیکن اس چیز سے میں قطعی اتفاق نہیں کرتا کہ اس کو آپ مقامی زبانوں کے مقابلے پر لائیں۔ پھر ہمیں مقامی زبانوں کے بارے میں ایک دوسری جنگ لڑنی پڑے گی، پھر پچاس برس انتظار کرنا پڑے گا۔

میرے محترم بھائیوں، دوستوں اور بزرگوں نے جو باتیں کی ہیں، چین کی مثال دی یا جاپان کی مثال دی یا فرانس کی مثال دی، تو وہ ان کی مادری زبانیں تھیں۔ یہ چیز ریکارڈ پر رہے کہ اردو ہماری مادری زبان نہیں ہے، یہ بالکل واضح بات ہے۔ مادری زبانوں کو اولیت اور اہمیت دینی چاہیے۔ میں نے ہمیشہ یہ چیز کہی ہے کہ جو بڑی بڑی زبانیں یہاں پر بولی جاتی ہیں، سندھی، بلوچی، پشتو، پنجابی، سرائیکی یا جتنی بھی بڑی بڑی زبانیں ہیں، ان کو قومی زبان کی حیثیت دی جائے۔ یہ بہت سارے ممالک میں ہے، فرانس، جرمنی، انڈیا اور دوسرے مقامات پر، بہت ساری زبانوں کو قومی زبان کی حیثیت دی گئی ہے۔ یہاں پر ہم کیوں شرماتے ہیں۔ ہمیں مقامی زبانوں میں مادری زبانوں کی اہمیت کو تسلیم کرنا چاہیے اور پرائمری لیول سے لے کر گریجویشن تک پوری تعلیم، مادری زبانوں میں دینی چاہیے۔ اس سے محبت بڑھے گی۔ باقی دفاتر میں، بڑے بڑے مراکز میں، ان اداروں میں جو وفاق کی علامت ہیں، ان میں اگر آپ اردو کو رابطے کی زبان کی حیثیت دیتے ہیں تو بالکل ٹھیک ہے۔ کوئی صوبہ، کوئی قوم، کوئی اکائی، کوئی یونٹ اس پر کوئی اعتراض نہیں کرے گا۔

میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ یہ اسلامی مملکت ہے، بحیثیت ایک مسلمان کے، عربی زبان جو قرآن کی زبان ہے، اللہ کے رسول کی زبان ہے، اسے بھی اہمیت دینی چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان چیزوں پر ہمارا ایوان باضابطہ طور پر سفارش کرے--------

(جاری-------T07)

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: (جاری---T6) میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان چیزوں پر ہمارا ایوان باضابطہ طور پر سفارش کرے اور عملدرآمد کرائے تو ایک تو انگریزی سے جان چھوٹے گی، یہ جو پھندہ ہمارے گلے میں پڑا ہوا ہے، یہ ہم نکال کر باہر پھینکے گے، قرآن کی زبان کو اہمیت ملے گی اور مادری زبانوں کے بارے میں پاکستان کے مختلف صوبوں میں عرصے سے جو احتجاج ہو رہا ہے، وہ مسئلہ حل ہو جائے گا، محبت کی فضا قائم ہو گی۔ دفاتر میں official language کے طور پر وفاق کی علامت کے جتنے ادارے ہیں، آپ وہاں پر اردو کو رائج کر دیں، ہم اس کی مکمل تائید کریں گے۔ ایوان کو اس پر کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہیے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ڈاکٹر مالک صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: شکریہ جناب چیئرمین! اس تحریک کے جو movers ہیں، میں ان کے جذبات کی قدر کرتا ہوں لیکن اس issue پر میں اپنے جذبات کو زیادہ فوقیت دیتا ہوں۔ جناب چیئرمین! میں پچپن سال کا ہوں اور میں پچاس سال تک اردو پڑھتا رہا ہوں لیکن مجھے ابھی تک confidence نہیں ہے کہ کیا میں اردو ٹھیک بول رہا ہوں یا غلط بول رہا ہوں۔ میرے لیے تو اردو اور انگریزی دونوں بیرونی زبانیں ہیں کیونکہ میری mother tongue بلوچی ہے، آپ اسے میری قومی زبان کہیں یا mother tongue کہیں۔ یہاں پر جو دوست اس نظر سے دیکھ رہے ہیں کہ چین اور جاپان، وہ تو قومی ریاستیں ہیں۔ پاکستان ایک کثیر القومی ریاست ہے۔ آپ اس چیز کو اپنے ذہن سے نکالیں۔ پاکستان میں مختلف اقوام رہتی ہیں، لہذا ان کی اپنی زبانیں ہیں۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اگر overall دیکھا جائے تو اس ملک میں اردو بولنے والے real people کتنے percent ہیں، وہ not more than 3 to 4% اردو جن کی mother tongue ہے۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ چونسٹھ سالوں میں آپ نے اردو کو یہاں پر تمام اعزازات کے ساتھ نوازا ہے، اس کے باوجود آپ خوش نہیں ہیں اور آپ چاہتے ہیں کہ اس میں مزید ترمیم لائیں، یہ چیز میری سمجھ سے کم از کم بالاتر ہے۔ اردو کوئی dying language نہیں ہے۔ جناب والا! بلوچی زبان مر رہی ہے۔ اس وقت پانچ ہزار زبانیں ہیں، جن کو ختم ہونے کا threat ہے، ان میں میری زبان بھی ہے، اردو کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میری زبان کو خطرہ ہے۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اگر آپ چیزوں کو اصل سیاق و سباق سے ہٹ کر دیکھتے ہیں، آج آپ انگریزی سے اپنی جان نہیں چھڑا سکتے کیونکہ انگریزی اس وقت آپ کی ضرورت ہے۔ اگر آپ اسے کہیں کہ یہ آقاؤں کی زبان ہے، languages آقاؤں کی نہیں ہوتی ہے۔ کسی زمانے میں فارسی Sub-continent کا حصہ تھی، کسی زمانے میں عربی Sub-

continent کا حصہ تھی۔ اگر آپ تاریخ دیکھیں تو چونسٹھ سے پہلے انگلینڈ کی اپنی زبان French تھی۔ جناب والا! ہم نے آئین میں بہت کوشش کی۔ اس وقت ہندوستان میں ستائیس زبانوں کو protection حاصل ہے۔ افریقہ میں گیارہ زبانوں کو protection حاصل ہے۔ تمام کثیر القومی ریاستوں میں Switzerland کی مثال آپ کے سامنے ہے جہاں چھوٹی سی چھوٹی زبان کو protection حاصل ہے۔ میری زبان مر رہی ہے، بلوچی آنے والے دنوں میں ختم ہو رہی ہے، ہم اس پر research کر رہے ہیں۔

برائے مہربانی آپ آئین میں ان قومی زبانوں کو اہمیت دے دیں، ان کو بچانے کی کوشش کریں۔ Urdu is quite safe, میں مانوں یا نہ مانوں، مجھے غالب اور فیض کو پڑھنا ہے، منٹو اور کرشن چندر کو پڑھنا ہے تو kindly اس صورت حال میں ہم جنہیں قومی زبانیں کہتے ہیں، آپ انہیں mother tongue کہتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ بلوچی، پشتو، سندھی، پنجابی اور سرائیکی کو as compare to Urdu protection کی زیادہ ضرورت ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! میں آپ کا مشکور ہوں کہ ہمارے ملک کے اہم مسئلے زبان کے بارے میں جو قرارداد آئی ہے، اس پر مجھے بحث میں حصہ لینے کا موقع دیا۔ جناب والا! اصل میں بات یہ ہے کہ جب ہم نے انگریز کو یہاں سے نکالا اور قراردادِ لاہور میں بھی آپ دیکھیں کہ اس وقت ہر یونٹ کے بارے میں باقاعدہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں کہ وہ sovereign and autonomous ہوگا اور یہ کس leadership نے کہا تھا؟ یہ مسلم لیگ کی leadership نے کہا تھا۔ اس وقت یہ reality تھی کہ Sub-continent میں قومیتیں تھیں۔ جب آزادی کی جدوجہد ہوئی اور انگریز نے اقتدار منتقل کیا اور اس موقع پر ہمارے جو مسائل تھے، وہ ہماری ذمہ داری تھی کہ ہم ان مسائل کو حل کریں اور یہ ہمارے آئین کا مسئلہ تھا۔ ہم نے چونسٹھ سالوں سے اس مسئلے کو حل نہیں کیا اور اس کا ایک اہم نتیجہ آپ کو معلوم ہے کہ پاکستان کی disintegration ہے، بنگلہ دیش بنا۔ اس میں بنیادی مسئلہ یہ تھا کہ پاکستان جن قومیتوں پر مشتمل ہے، ان زبانوں کا ایک دوسرے کے ساتھ کیا relation ہوگا؟ ان زبانوں کا اپنے لوگوں کے ساتھ کیا relation ہوگا؟ اس حوالے سے ایک خاص قسم کا تعصب تھا، بدقسمتی سے ہم اپنے case کو پیش نہیں کر سکے۔ ہم جب بھی اپنے مسائل پیش کرتے تو غداری کا مقدمہ بنتا اور جیل میں ڈالا جاتا۔ اس اٹھارھویں ترمیم میں یہ بات طے ہو جاتی لیکن ابھی تک یہ نہیں ہوا ہے۔ اس میں بہرصورت (1) Article 251 میں ایسا ہے کہ national language Urdu, باقی زبانوں کے لیے مقامی زبانوں کے الفاظ

ہیں۔ ہم کیسے مقامی زبانیں ہیں۔ ہماری تاریخ ہے، مثلاً آپ پشتو زبان کا دنیا کی کسی بھی زبان کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہتے ہیں، ہر معنی میں، علمی طور پر، grammar میں پشتو تمام دنیا کی زبانوں کے ساتھ مقابلہ کر سکتی ہے۔وہ تعلیم کا ذریعہ بن سکتی ہے لیکن یہاں local کا لفظ ہے۔ اٹھارھویں ترمیم میں ہم نے اپنی پارٹی کی طرف سے باقاعدہ recommend کیا کہ آپ مہربانی کریں کہ یہ سب قومی زبانیں ہیں۔ اردو ان بولنے والوں کے معنوں میں ہے، ہمارے لوگ اردو نہیں بولتے تھے۔ ہمیں اردو ہندوستان سے ملی ہے، اس کے باوجود ہم نے اسے قومی زبان کی حیثیت سے قبول کیا ہے لیکن یہاں کی زبانوں کو قومی زبانیں تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔

جناب والا! تمام دنیا میں ذریعہ تعلیم کے بارے میں ثابت ہے کہ سب سے بہترین medium of instruction مادری زبان ہے۔ یہ ایک بنیادی اصول ہے۔ بلکہ قرآن شریف میں ہے، ہم اتنا علم نہیں رکھتے لیکن یہ کم از کم واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے پیغمبر انہی کی قوم کی زبانوں میں بھیجے ہیں، یعنی پیغمبروں کی جو preaching ہوتی تھی وہ بھی ان کی مادری یا قومی زبان میں ہوتی تھی۔ جناب والا! یہ چیز ہم پر منع ہے، ہم پر یہ بہت بڑی سزا کے قابل ہے۔ اس کو دیکھا جائے۔ ہمیں انگریزی استعمار گروں سے ملی۔ (جاری----T8)

T08−23Jan2012 Ashraf/Ed. Er.3 0530

مندوخیل صاحب جاری---

انگریزی، استعمار گروں سے ہمیں ملی۔ اردو situation کے اعتبار سے جیسے بھی آگئی وہ اپنی جگہ پر لیکن پشتو، پنجابی، سندھی، سرائیکی، بلوچی تو یہاں کے لوگوں کی زبانیں ہیں۔ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ آئندہ کے لیے علم کیسے آئے۔ اس کے لیے medium of instruction قومی زبان ہے۔ قومی زبان میں لوگوں نے یہ مسائل حل کیے مثلاً چائنا والوں نے۔ چٹھہ صاحب نے جو مثال دی وہ اس حوالے سے بڑی صحیح تھی کہ medium of instruction national language ہونی چاہیے۔ اگرچہ ڈاکٹر صاحب نے بھی ٹھیک کہا کہ یہ instruction باقاعدہ ایک آزاد ملک کے ، national state کے لیے ہے لیکن federation بھی سیاست میں زبانوں کے relations کو، زبانوں کے حقوق کو حل کرنے کا طریقہ ہے۔

اس حوالے سے ہماری تجویز یہ ہے کہ زبان کا مسئلہ، ذریعہ تعلیم کا مسئلہ، قومی زبانوں کا مسئلہ واقعتاً حل کرنا چاہیے۔ اب وقت آگیا ہے۔ ہم نے تجویز دی تھی لیکن اٹھارھویں ترمیم پاس کرتے وقت ہم نے ایک اصول اپنایا تھا کہ اس پر ہمارا consensus ہوگا۔

اس میں بجائے اس کے کہ مداخلت ہو ہم نے اس کو ایسے re-instate کر دیا ہے۔ اب میں یہ عرض کروں گا کہ یہ مسئلہ ہماری سیاست کا اہم ترین مسئلہ ہے اور سارے پاکستان کے سیاسی لوگوں کے لیے ایک تاریخی ایجنڈا ہے۔ ہماری طرف سے یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ national language and official ذریعہ تعلیم اور سرکاری دفاتر میں استعمال کے لئے، medium of instruction, languageاور رابطے کی زبان کے طور پر اور lingua franca کی حیثیت سے بھی اردو قومی زبان ہو لیکن اس میں تعصب کی بات نہیں کرنی چاہیے۔ جب ہم کہتے ہیں اردو ذریعہ تعلیم نہ ہو، ہاں! اس کو لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھایا جانا چاہیے تا کہ تمام لوگ اسے پڑھ سکیں، اسے بول سکیں لیکن ذریعہ تعلیم ضروری نہیں ہے۔ ہر قومیت کی، ہر صوبے کی اپنی زبان ہے۔

جناب چیئرمین: conclude کر لیجئے۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: عرض یہ ہے کہ یہ ایک بنیادی حل ہے۔ اس کے بارے میں بھی لوگ کہیں گے، آپ اخباروں میں دیکھیں گے کہ اردو کو نہیں مان رہے۔ پارلیمنٹ میں اردو پر بات کر رہے تھے اور اردو کو condemn کر رہے تھے۔ مہربانی کریں، اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم یہ کہیں کہ آپ نے ہمیشہ پشتو کو condemn کیا ہے، آپ نے ہر وقت سندھی کو condemn کیا ہے۔ کیوں، آخر ہم ایک جگہ رہ رہے ہیں۔ ہمارا ایک ملک ہے۔ ہم متحد ہیں اور ہم نے آگے جانا ہے۔

جناب چیئرمین: مندوخیل صاحب conclude کر لیجئے .please

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: میری عرض یہ ہے کہ اس کو ایک ترتیب دے کر واقعی اس مسئلے کو حل کریں اور ابھی انگریزی ہے تو آہستہ آہستہ ہم یہاں national languages, medium of instruction بنائیں، سرکاری زبان بنائیں، دفتروں کی زبان بنائیں۔ اس سے یہ ہو گا کہ انگریزی خود بخود اپنے اصلی status پر آجائے گی اور اردو کو forcesمیں اور ہر جگہ لازمی قرار دیا جائے۔ medium of instructionنہیں اور اس حوالے سے سرکاری نہیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ جی، ایس ایم ظفر صاحب .please

سینیٹر ایس ایم ظفر: جناب چیئرمین صاحب، بہت شکریہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بہت سارے محترم ارکان اس Resolution کو اور آئین کو بھی پوری طرح اور صحیح طریقے سے سمجھ نہیں سکے اور کچھ غلط فہمیوں کا شکار ہیں جس پر میں بڑے مودبانہ طور پر کچھ گزارشات کروں گا۔

(اس موقع پر ہاؤس میں اذان مغرب سنائی دی)

جناب چیئرمین: نماز مغرب کے لیے پندرہ منٹ کا وقفہ کرتے ہیں جی، اس کے بعد .we will continue شکریہ۔

(اس موقع پر جناب چیئرمین صاحب نے نماز مغرب کے لیے اجلاس پندرہ منٹ کے لئے ملتوی کر دیا)

T09-23Jan-2012 Er-11 Time6.00 Mahboob Khan/Ed.Mohsin Zaidi

(بعد از وقفہ نماز مغرب ایوان کی کارروائی جناب چیئرمین کی صدارت میں شروع ہوئی)

ایس ایم ظفر جاری------

جناب چیئرمین: سید صاحب، .please continue your speech

سینیٹر ایس ایم ظفر: شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ کچھ غلط فہمیاں ہیں جن کا ازالہ ضروری ہو گا اور جیسے میں آگے بڑھوں گا ان کی جانب میں آپ کی توجہ دلواؤں گا، ان اراکین کی بھی جن کے متعلق میں اشارے کروں گا۔ فی الحال میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ ہم Article 251 ایک بار پڑھ لیں کیونکہ اس قرارداد کی یہی بنیاد ہے۔ Article 251 کی زبان بڑی واضح ہے۔ "The national language of Pakistan is Urdu" یہ declaration تو آئین نے دے دیا ہے اور اس کے بعد آئین نے تقاضا کیا "and arrangement shall be made for its being used for official and other purposes within 15 years from the commencing day". اس لحاظ سے جب میں اس قرارداد کو پڑھتا ہوں جو پروفیسر خورشید احمد صاحب نے پیش کی ہے اور جس پر انہوں نے گفتگو بھی کی ہے تو میں اس کو یوں سمجھا ہوں کہ قرارداد کا مقصد یہ ہے، یہ arrangement والا حصہ جو Article 251 میں درج ہے، حکومت نے اس جانب ابھی تک کوئی اقدامات نہیں کیے اور اس آئینی تقاضے کو پورا کیا جائے۔ Declaration کی ضرورت کوئی نہیں ہے کیونکہ declaration تو پہلے ہی آئین نے دے دیا ہے اور اس کے بعد آئین تقاضا کر رہا ہے کہ حکومتیں اور حکومت اس زبان کو سرکاری زبان بنانے کے لیے تمام arrangements کرے، تمام ایسے معاملات کرے جن سے یہ زبان جلد سے جلد سرکاری زبان بن سکے۔

۱۹۷۳ میں آئین بنا جس میں یہ تقاضا تھا بلکہ اس سے پہلے 1956 کے آئین میں بھی تقریباً اسی سے ملتی جلتی زبان تھی اور بعد ازاں کے آئین میں بھی ایسی ہی صورت حال رہی۔ مشترکہ آئین، مشترکہ اور متفقہ طور پر جس پر ہم سب فخر کرتے رہے ہیں کہ ۱۹۷۳ کا

آئین وہ آئین ہے جس کو consensus کے ساتھ بنایا گیا۔ تو یہ consensus بن چکا تھا اس وقت جب ۱۹۷۳ میں اس آئین کو ترتیب دیا گیا کہ اردو زبان پاکستان کی قومی اور national language ہے اور اس کو جلد از جلد دفتری زبان بنانے کی کوشش کی جائے گی۔ وقتاً فوقتاً وقت دیا جاتا رہا، آپ جانتے ہیں کہ پھر ایک بار 1973 کے آئین کی ترمیم، آٹھویں ترمیم کے ذریعے ہوئی۔ اس وقت وہ ترامیم متفقہ طور پر ہوئیں اور اب تو آکر جس پر ہم سب فخر کرتے ہیں کہ اٹھارھویں ترمیم کے ذریعے بھی بہت ساری ترامیم آئین میں کی گئیں لیکن Article 251 کو پھر consensus کے ساتھ ویسے ہی رہنے دیا گیا جیسے آئین میں موجود ہے۔ یہ تو مشترکہ اتفاق ہو چکا ہے۔ متفقہ طور پر ہم نے طے کر لیا ہے کہ ہم اس آئین کے مطابق اپنی اس قومی زبان کو، پہلے کہا گیا کہ ۱۵ سال کے اندر اور آج کی قرارداد کے مطابق یہ بات کہی جا رہی ہے کہ کم از کم اب تو کچھ کوشش کر لی جائے، جو پہلے غفلت ہو چکی ہے، جو پہلے بے اعتنائی اس زبان کے ساتھ کی گئی ہے، اس کے لیے اب کوشش ہو جائے۔

جناب چیئرمین! آپ کو یاد ہو گا کہ کبھی ہم اٹھارھویں ترمیم کے کسی مسئلے کو چھیڑنے کی کوشش بھی کرتے ہیں کہ اس میں ترمیم ہو تو ہمارے بہت سارے ممبران ہمیں بتاتے ہیں اور یاد دلاتے ہیں کہ چونکہ اٹھارھویں ترمیم متفقہ اور مشترکہ طور پر consensus کے ساتھ منظور ہوئی ہے اس لیے اب نئی باتیں اس کے خلاف نہ اٹھائی جائیں۔ یہی ان کی دلیل میں اگر بڑے مودبانہ انداز میں ان تک پہنچاؤں کہ آئین میں جو الفاظ ۱۹۵۶ میں بھی رکھے گئے، ۱۹۷۳ میں بھی آئے، آٹھویں ترمیم میں بھی مشترکہ طور پر رکھے گئے، اٹھارھویں ترمیم میں بھی ان کی ترمیم نہیں کی گئی، آپ انہیں نہ چھیڑیں اور ان کے خلاف یا ان کے برعکس گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی رہی ہے کہ کئی سیاسی جماعتوں کو اس ملک میں حکومت کرنے کے مواقع ملے لیکن اس آئینی ضرورت کی جانب کسی نے توجہ نہیں دی۔ یہ درست ہے کہ آج اس ایوان بالا میں یہ مسئلہ اٹھایا گیا ہے۔ مجھے اپنے ان تمام اراکین کا جنہوں نے اپنی مادری اور علاقائی زبان کے لیے یہاں جذبات کا اظہار کیا ہے، احترام ہے، کسے نہیں ہے۔ میں خود پنجاب کا رہنے والا ہوں اور پنجابی میری مادری زبان ہے۔ مینوں پنجابی وچ گل کردیاں کوئی دقت نئیں ہے بلکہ مینوں سواد آندا اے پنجابی وچ گل کرن دا۔ لیکن اس کے باوجود ایک قوم کی خاطر، ایک nation state کے تقاضوں کو پورا رکھتے ہوئے مجھے فخر ہے کہ میں نے باوجود اس کے، جیسا کہ پروفیسر خورشید احمد صاحب نے کہا، ان کو انگریزی خوب آتی ہے، اتنی تو نہیں لیکن مجھے بھی انگریزی ٹھیک ٹھاک آتی ہے۔ میں ایسے کالج میں پڑھا ہوں جہاں انگریزی ہی

کا بول بالا ہوا کرتا تھا لیکن اردو زبان میری national language ہے اس لیے اس آئینی تقاضے کو پورا کرنے کے لیے جو قرارداد پیش کی گئی ہے، میں اس کی پوری اور بھر پور تائید کرتا ہوں۔

اس کے ساتھ ساتھ میں کچھ تاریخی باتیں بھی کر لوں۔

آگے ٹی ۱۰

Sial/Mohsin(Ed.) T10-23Jan2012 ER1 6.10

سینیٹر ایس ایم ظفر: جاری--- اس کے ساتھ ساتھ میں کچھ تاریخی باتیں کرنا چاہتا ہوں - یہ حضرت میکالے تھے جنہوں نے اٹھارہویں صدی میں یہ بات کہی کہ اب برٹش انڈیا کی زبان (ان کی ایسٹ انڈیا کمپنی کے بعد ان کو حکومت ملی) انگریزی ہو گی اور اس کے ساتھ ساتھ جو بڑی بات کہی، وہ کیوں کہی؟ انہوں نے کہا کہ جب تک ہم ہندوستانیوں میں یہ ذہن پیدا نہیں کر دیں گے اور ان کو یہ احساس نہیں دلوا دیں گے کہ ان کی زبان، ان کا کلچر ہماری زبان اور ہمارے کلچر سے inferior ہے، کم تر ہے وہ ہماری صحیح وفادار رعایا نہیں بن سکیں گے۔ ان کو صحیح رعایا بنانے کے لیے یہ لازم ہے کہ ہم اپنی زبان انگریزی کو یہاں پر رائج کریں۔ انگریز تو 1947 میں آزادی کا اعلان کر کے چلا گیا اور ہم ابھی تک آزاد نہ ہوئے - ایک اور بات انہوں نے بڑی interesting کہی وہ مجھے پھر یاد آ گئی، انہوں نے کہا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اب ایسے لوگ پیدا کیے جائیں جو دیکھنے میں، رہائش میں ہندوستانی ہوں لیکن سوچنے میں، گفتگو کرنے میں اور سمجھنے میں انگریز ہوں، تب جا کر رعایا صحیح محکوم رعایا بنے گی۔ وہ تو چلے گئے لیکن ہم وائٹ بابو سے براؤن بابو تک ہی رہے، ہم نے اپنے آپ کو تبدیل نہیں کیا۔ یہ ایک المیہ ہے، یہ ایک ایسی چیز ہے جس پر اس ایوان کو بلکہ پوری قومی اسمبلی اور تمام سیاسی جماعتوں کو غور کرنا چاہیے کہ ہم نے اپنے ساتھ یہ حرکت کیوں کی ہے۔

اب میں اس جانب آتا ہوں جو ہمارے دوستوں نے کہا۔ بلاشک و شبہ اپنی مادری زبان سے محبت ایک بہت اچھی بات ہے۔ علاقائی زبان کے لیے کوشش کرنا یہ بہت درست قدم ہے لیکن کیا اس کی جگہ یہ سینیٹ ہے، اس کی جگہ قومی اسمبلی اور پارلیمنٹ ہے یا کہ آئین نے اس کا راستا بھی دکھا دیا ہوا ہے، وہ راستا اسی (3) Article 251 میں ہے اور آپ کی اجازت سے میں اس Article کی ذیلی شق 3 کو بھی آپ کے سامنے پڑھ کر سناتا ہوں۔

251(3) "Without prejudice to the status of the national language, (which is Urdu) a Provincial Assembly may by law prescribe measures for the teaching, promotion and use of a provincial language in addition to the national language."

یعنی جو ذمہ داری آئین نے provincial assemblies پر اور provincial governments پر ڈالی ہے اس کے لیے یہاں تقاضا کرنا، آئین کو نہ سمجھنے (معافی چاہتا ہوں) کی بات دکھائی دیتی ہے اور اب تو اٹھارہویں ترمیم سے جناب چیئرمین! ہم نے صوبوں کو بہت سارے اختیارات دے دیئے ہیں۔ سارے تقریباً اختیارات اور توانائی اب مرکز سے صوبوں کو دے دی گئی ہے اور اب یہ ان کی ذمہ داری ہے، ایجوکیشن بھی انہی کے پاس موجود ہے۔ یہ باتیں جو یہاں ہمارے سینیٹ میں کی گئیں ہیں مناسب ہوگا کہ ہمارے دوست اپنی متعلقہ صوبائی اسمبلی کے ممبران پر اور حکومت پرزور دیں اور انہیں کہیں کہ علاقائی زبانوں کو، مادری زبانوں کو اہمیت دیں، اپنے صوبوں میں اس کو رائج کریں، ان کی ترویج کریں، ان کی اشاعت کریں، اس میں بہتری لانے کی کوشش کریں۔

میں مانتا ہوں کہ پشتو زبان میں کچھ موجود ہے۔ مندوخیل صاحب نے بالکل ٹھیک کہا۔ ایسے بلوچ دوستوں کو اپنی زبان پر فخر ہے اور ہمیں ان کے اس فخر پر فخر ہے کیونکہ اسی طریقے سے قومیں بنا کرتی ہیں اور آگے چلا کرتی ہیں۔ سندھیوں نے سندھی زبان کی خاطر بڑی زبردست مہم بھی چلائی تو ان کا بھی حق ہے کہ وہ اپنی زبان کو اپنے صوبوں میں، اپنے علاقوں میں ترویج دیں اور اسے آگے بڑھا کر لے جائیں۔ اس طرح سرائیکی زبان کا بھی ذکر آچکا ہے، ممکن ہے ہندکو کا بھی آجائے، سب زبانیں اپنی اپنی جگہ اہم ہیں اور سب کو ان کے ساتھ پیار ہونا بڑی فطری بات ہے۔ میں حیران ہوں، جب مجھے یہاں کہا گیا اور جب ہمارے نعیم چٹھہ صاحب نے کہا، انہوں نے مثالیں چین یا جاپان کی دیں تو یہ بات کہی گئی کہ وہ ایسے ملک ہیں جو ایک قوم ہیں اور پاکستان کثیرالاقوام ملک ہے۔ یہ ایک عجیب طرح کی گفتگو اور سوچ ہے، کچھ تاریخ سے ناواقفیت بھی معلوم ہوتی ہے۔

چین اتنے بڑے رقبے کا ملک ہے اور چین میں ایک ارب سے زائد لوگ بستے ہیں، ہم تو صرف اٹھارہ کروڑ کے لوگ ہیں، اتنے علاقوں میں تقسیم ہیں، اتنی زبانیں بولی جاتی ہیں کہ انٹونی علیحدہ زبان ہے، شنگھائی والوں کی علیحدہ زبان ہے، نارتھ کی علیحدہ زبان ہے، ساؤتھ کی علیحدہ زبان ہے اور اتنی زبانیں ہیں لیکن جب قومی زبان کی بات آئی ہے تو منڈرین کو چینی زبان مان لیا گیا۔ جب ہنری کیسنجر پاکستان سے اڑ کر چین گیا اور ماؤ سے گفتگو کی اور اس نے اس سے پوچھا کہ آپ نے اتنے بڑے رقبے کو، اتنی قوموں کی زبانوں کو، اتنے

لوگوں کو جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں ، شمال کے لوگ بالکل علیحدہ دکھائی دیتے ہیں، شحوک کے لوگ تاجر قسم کے دکھائی دیتے ہیں ، ان کو آپ نے ایک قوم میں کیسے بدل ڈالا تو اس کا جواب یہ تھا کہ صرف دو چیزوں سے، چائنیز کلچر اور منڈرینز زبان کو قومی زبان بنا کر تو اس لیے کثیر الاقوام بھی ایک زبان کی وجہ سے ایک قوم ہو جایا کرتے ہیں، ان کی سوچ ایک ہو جایا کرتی ہے۔ میں انڈونیشیا گیا، میرے بہت سارے دوست ضرور گئے ہوں گے ، دوہزار سے زائد جزیروں میں تقسیم شدہ ملک اور ہر جگہ کی سماٹرہ کی علیحدہ زبان، جاوا کی علیحدہ زبان اور اس کے کناروں پر جاتے ہوئے ان کو سمجھنے میں دقت ہوتی ہے، واقعی ان کی زبان ایک لحاظ سے disappear ہو رہی ہے۔ میں نے ان کے member of the Parliament سے پوچھا، وزیر تعلیم سے پوچھا کہ اتنی بڑی قوم کئی ہزار میل کے آئی لینڈز پر سفر کرنے کے لیے ٹیکسیاں استعمال کرتے ہیں جو بوٹس ہوتی ہیں۔ انہیں ایک دوسرے کے پاس جانے کے لیے کشتیوں پر جانا پڑتا ہے، اس کو آپ نے متحدہ قوم کیسے بنایا۔ انہوں نے صرف دو چیزوں کا کہا ایک سکار نو کیپ اور دوسری انڈونیشیا بھاشا، اردو ہماری بھاشا ہے ، اردو ہماری زبان ہے، قومی زبانی ہے اس لیے یہ کثیر الاقوام اور ایک قوم ہونے کا جھگڑا یہاں پر نہیں، قومی زبان پر نہیں چلتا اور آپ تو جناب چیئرمین ! مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، مجھ سے کہیں زیادہ جانتے ہیں کہ Pakistan is known as a nation state, not nationality states یہ one nation state ہے۔ جب پاکستان بنا تو قائد اعظم نے جب پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے تقریر فرمائی تو انہوں نے کہا کہ اب پاکستان ایک nation state بن چکی ہے ، ہم نے اس nation state میں اب ایک شہری کے طور پر برابری کے اصول پر رہنا ہے۔

اب جناب ! میں اس غلط فہمی کی جانب آنا چاہتا ہوں جس کا ذکر یہاں پر کیا گیا ہے، ہمارے ڈاکٹر مالک صاحب بہت ہی محترم ہیں ، میرا ان کے ساتھ اٹھارہویں ترمیم کے دوران بڑا رابطہ رہا اور دن بدن ان کے احترام کے لیے میرے دل میں اضافہ ہوا۔ وہ بڑی کسر نفسی سے کہہ رہے تھے کہ مجھے اردو بولنے میں دقت ہوتی ہے ، میں اتنی آسانی محسوس نہیں کرتا ، ہمیں تو جب وہ اردو بولتے ہیں تو اس قدر اچھے لگتے ہیں، حسین لگتے ہیں اور ان کی زبان بھی بڑی اچھی لگتی ہے ، نہ معلوم آج اپنے دلائل دینے لیے کے انہوں نے کسر نفسی سے کیوں کام لیا، نہ معلوم کیا وجہ تھی، مندوخیل صاحب ابھی آپ کے سامنے بول رہے تھے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے کم لوگ اردو بولتے ہیں لیکن وہ خود کتنی اچھی اردو بول رہے تھے تو جب یہ صورتحال ہے اور ہم سب اردو بولتے ہیں، جیسے میں نے خود بتایا کہ میری مادری زبان اردو

نہیں ہے لیکن جس طرح میں گفتگو کر رہا ہوں، میری تو کوشش ہے کہ میں اپنی آج کی تمام گفتگو میں انگریزی کا ایک لفظ استعمال نہ کروں ، اب تک تو میں نے نہیں کیا اور امید کرتا ہوں کہ بقایا وقت میں انشاء اللہ نہیں کروں گا۔

ہمارے دوست جس کا میں ابھی ذکر کر رہا تھا (مندوخیل صاحب) وہ بڑے تجربہ کار ہیں ان کو اپنے علاقے کی تاریخ پر پورا عبور حاصل ہے، اٹھارہویں ترمیم کے دوران انہوں نے بتایا کہ کس طریقے سے پشتو قوم یا قومیت پورے بلوچستان میں ایک علیحدہ کلچر رکھتی ہے، اپنی علیحدہ شناخت رکھتی ہے اور بلوچ قوم کی پہچان مختلف ہے، مجھے پہلی دفعہ پتا چلا کہ واقعی بلوچستان میں دو قومیتیں علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے علاقوں میں موجود ہیں۔ انہوں نے آج 1940 کی قرارداد کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس قرارداد میں یہ کہا گیا تھا کہ جو پاکستان بنے گا اس کے علاقے sovereign ہوں گے یعنی بالکل خود مختار ہوں گے اور آزاد ہوں گے اس لیے ہر علاقے کی زبان بھی اپنی ہونی چاہیے، وہی قومی زبان ہونی چاہیے کیوں کہ ہر علاقہ sovereign ہے، ہر علاقہ خود مختار ہے۔ در اصل یہ بھی ایک بہت بڑی تاریخی غلط فہمی ہے جو میرا خیال ہے کہ آج آپ کی اجازت سے مختصراً دور کر دینا چاہتا ہوں۔ 1940 کی قرارداد پاکستان کو بنانے کی قرارداد نہیں تھی، میں دوبارہ باتکرار کہتا ہوں کہ 1940 کی قرارداد پاکستان کے آئین بنانے کی قرارداد نہیں تھی ۔ 1940 کی قرارداد وہ فارمولا تھا جو لاہور میں کھڑے ہو کر resolution میں All India Muslim League نے دیا۔۔۔

آگے ٹی 11۔۔

T11-23JAN2012 FAZAL\ZAFAR 6:20 UR7

کہ اگر بھارت اور پاکستان کے علاقے کو اکھٹا رکھنا ہے، اگر ہم نے ایک یونائیٹڈ انڈیا میں رہنا ہے، ایک ملک بنا کر National State کے طور پر رہنا ہے تو پھر جن علاقوں میں مسلمان تعداد میں زیادہ موجود ہیں ان کو آپ نے اس فیڈریشن کے اندر زیادہ autonomous اور sovereign state کے طور پر دیکھنا ہوگا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ہم کچھ عرصہ آپ کے ساتھ رہ سکیں گے، اگر ٹھیک چلے تو ٹھیک ورنہ sovereign states علیحدہ ہو جائیں گی۔ جو فارمولا بھارت میں رہنے کے لئے دیا گیا تھا اس کو نہ معلوم کس وجہ سے ہمارے بہت سارے دانشور جن میں مندوخیل صاحب بھی شامل ہیں سمجھتے ہیں کہ یہ پاکستان کے لئے آئینی فارمولا تھا۔ یہ پاکستان کے لئے آئینی فارمولا نہیں تھا۔ یہ تو کانگریس سمجھا کہ اس سے بالآخر پاکستان بن جائے گا تو انہوں نے لاہور Resolution کو جس کو آل انڈیا مسلم لیگ نے

لاہور Resolution کہا تھا پاکستان Resolution کا نام دیا۔ اس بنا پر 1940 کے Resolution کو جس کا ہمیں بڑا احترام ہے اور وہ ہمارے لئے بڑا مقدم ہے اس بحث کے لئے نہ لے کر آئیں۔

جناب چیئرمین صاحب! میں آخر میں آپ سے یہ کہنا چاہوں گا کہ قومیں بنتی ہیں ایک آئین کے اوپر متفق ہو کر اور اس آئین کی قدر کرتی ہیں۔ قومیں بنتی ہیں اداروں کا احترام کر کے اور قومیں بنتی ہیں ایک قومی زبان کے اوپر متفق ہو کر۔ میں اپنے تمام دوستوں سے جو آج اپنی علاقائی زبان اور مادری زبان کے لئے گفتگو کرنا چاہتے ہیں ان کے جذبے کا ہمیں احساس ہے اور ہمیں ان کی قدر ہے لیکن یہ معاملات وہ اپنے اپنے صوبوں میں جا کر اٹھائیں اور اپنے صوبے کی اسمبلیوں سے وہ تقاضا کریں جو مجھ سے اور آپ سے کر رہے ہیں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ جی، پروفیسر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں اپنے co-sponsor سے درخواست کروں گا۔ ہمارا جو مقصد اس گفتگو سے ہے وہ صرف یہ ہے کہ دستور نے جو بات طے کر دی ہے اس پر implementation ہے۔ تو میں ظفر صاحب کی اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے اتنا عرض کر دیتا ہوں کہ take steps to implement بجائے اس کے کہ declare ہو تا کہ غلط فہمی نہ ہو۔ قومی زبان کا مسئلہ ہم یہاں پر بحث نہیں کر رہے ہیں۔ ذریعہ تعلیم پر بحث نہیں کر رہے ہیں۔ ہم صرف اتنا کہہ رہے ہیں کہ جو بات دستور میں طے ہے کہ قومی language official language کے طور پر 15 سال کے بعد استعمال ہو گی۔ ہم کہہ رہے ہیں کہ 15 سال نہیں، اب 15 سال کے بعد 23 سال مزید ہو چکے ہیں اسے implement کریں۔ بس اتنی بات ہے۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ خالق پیرزادہ صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب! آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے مجھے اس اہم ترین موضوع پر بولنے کا موقع فراہم کیا۔ آج ایک یتیم زبان کے بارے میں بحث ہو رہی ہے۔ یہ وہ زبان ہے کہ جس نے برصغیر پاک و ہند کی 450 زبانوں سے جنم لیا جو کہ زندہ زبانیں تھیں اور جن میں سب سے بڑی سنسکرت اور پراکرت تھی۔ فارسی نافذالعمل تھی اور ترکی تھی۔ یہ دیکھیں اب کتنا اختلاف آ گیا ہے۔ ان حالات میں اس زبان نے جنم لیا اور دنیا کی سب سے بڑی زبانوں میں سب سے کم عمر زبان

اردو ہے جس میں اتنی زیادہ صلاحیتیں موجود ہیں اور دنیا اعتراف کر چکی ہے کہ یہ زبان دنیا کی عظیم ترین زبان ہے۔ یہ وہ زبان ہے جس میں دنیا کی ہر زبان کا تلفظ اور pronunciation بولا جاتا ہے۔ صحیح اردو جاننے والا دنیا کی ہر زبان کا لفظ صحیح ادا کر سکتا ہے۔ 450 زبانوں پر فتح پانے والی یہ زبان جس کو تمام چھوٹی بڑی قومیتوں نے دل وجان سے تسلیم کیا لیکن اس کی حالت یہ ہے کہ دنیا کی ہر زبان کسی نہ کسی علاقے سے تعلق رکھتی ہے، یہ زبان فلاں علاقے کی ہے، یہ سندھیوں کی زبان ہے، یہ فلاں علاقے کی زبان ہے لیکن اردو ایک ایسی یتیم زبان ہے جس کا صرف اسلام اور مسلمانوں سے تعلق جوڑا گیا اس کا اپنا کوئی علاقہ نہیں تھا۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اس علاقے کا آدمی ہے لہذا یہاں کی زبان اردو ہے۔ نہیں، ایسا نہیں تھا بلکہ مسلمانوں کی افواج کی مختلف زبانوں فارسی، ترکی، عربی، ہندی، پراکرت اور سنسکرت ان سب کو ملا کر اس زبان کو بڑی ماڈرن ترین زبان بنایا گیا جس کی تمام برصغیر کی قومیتوں کے بڑے بڑے فلاسفر اور لکھاریوں نے گرائمر بھی لکھی اور اس پر اشعار بھی لکھے۔اس پر دیوان بھی لکھے اور اس کے فضائل بھی لکھے۔ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کے نام پر جب پاکستان بنا تو ہندو برادری نے اپنی زبان کا نام ہندی رکھ کر اس کو مسلمانوں کی ماتھے کے اوپر لگا دیا کہ یہ مسلمانوں کی زبان ہے۔ ٹھیک ہے مسلمانوں کی زبان ہے۔ قائد اعظم کے اقوال سنیں، آئین کے حوالوں سے ساتھیوں نے اتنی اچھی تقاریر کیں۔ فیصلہ کن تقریر کی جناب ایس ایم ظفر صاحب نے جس کے بعد تقریر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یورپ نے اپنی تہذیب کو دوسرے ملکوں میں دائمی حیثیت دینے کے لئے دو کام کئے جن میں سے ایک کام یہ تھا کہ یا تو ان کی زبان کو بدل دیا جائے یا ان کی زبان کے جو الفاظ ہیں ان کو انگریزی الفاظ میں لکھنا شروع کر دیا جائے جیسے انڈونیشیا کی زبان آج کل لکھی جاتی ہے، جیسے ملائیوں کی زبان لکھی جاتی ہے۔ اس کے پیچھے مقصد یہ تھا کہ آج تک لاکھوں، ہزاروں کتابیں ان کی اپنی زبانوں میں لکھی گئی ہیں، ایک نسل کے بعد یہ تمام کی تمام کتابیں ضائع ہو جائیں گی جیسے ترکی میں ہوا۔ ترکی میں صرف انگلش الفاظ میں لکھنے کی وجہ سے تمام علمی خزانوں کو آج دیمک لگ رہی ہے۔

ہمارے ملک میں اس وقت کہا جاتا ہے کہ پشتو، سندھی اور بلوچی زبان ہے۔ میری بھی مادری زبان اردو نہیں ہے۔ میری مادری زبان پشتو ہے۔ میں یہ جانتا ہوں کہ اکثر لوگ مادری اور قومی زبان میں فرق ہی نہیں جانتے۔ مادری زبان کس کو کہتے ہیں۔ جو ماں سے سیکھی جائے، یہ concept علم لغت میں غلط ہے۔ مادری زبان اس کو کہتے ہیں جس کے سیکھنے کی مدت انسان کو یاد نہ ہو کہ میں نے کب یہ زبان سیکھی تھی۔ اپنے ماحول سے سیکھی تھی، اپنے اساتذہ سے سیکھی تھی، اپنی خالہ سے سیکھی تھی یا جو مجھے اغواء کر کے لے گئے تھے ان سے سیکھی تھی۔ قومی زبان کے فرق کو اور National Language کے فرق کو، مادری زبان کے فرق کو علمی بحث میں لا کر اس کے بعد پارلیمنٹ

میں زبان ہلانی چاہیے کہ اس زبان کی حیثیت کیا تھی اور جس نے اس کو move کیا ہے اس کا مقصد کیا ہے اور اس کے فوائد کیا ہیں؟ پچھلے tenure میں ہماری تعلیمی کمیٹی میں کئی بحثیں ایسی ہو چکی ہیں اور دنیا میں یہ فیصلہ کن بحث ہو چکی ہے، اس بات کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ علم کو جتنا آدمی اپنی قومی اور مادری زبان میں جلدی سمجھ سکتا ہے اتنا دوسری زبان میں نہیں سمجھ سکتا۔ اب ہم جب مدرسے گئے تو ایک بوجھ ہم پر عربی سمجھنے کا، دوسرا بوجھ ہم پر اردو سمجھنے کا، تیسرا بوجھ ہم پر انگریزی سمجھنے کا، چوتھا بوجھ ہم پر فارسی سمجھنے کا تھا، ہم نے تو گرائمر فارسی میں پڑھی ہے۔ یہ زبان اس لئے رکھی گئی تھی کہ ایک رابطے کی زبان ہو گی جو مسلمانوں سے منسوب ہے اور اس زبان کو قومی زبان کا درجہ دیا، شاہ صاحب نے بڑی اچھی بات کی کہ قومی اسمبلی میں اس زبان کی بات کریں، صوبوں میں آپ محنت کریں ہم آپ کے ساتھ ہوں گے۔ بلوچی زبان ہمارا سرمایہ ہے۔ پشتو زبان ہمارا سرمایہ ہے۔ سندھی زبان ہمارا سرمایہ ہے۔ پنجابی زبان ہمارا سرمایہ ہے۔ اس میں بہت بڑے بڑے ادبی شہ پارے لکھے گئے ہیں جو کہ دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں نہیں ملتے لیکن اردو کی مسلمانوں کے ساتھ نسبت ہو گئی ہے۔ میں نے 750 صفحوں کی کتاب لکھی ہے عربوں کو اردو پڑھانے کے لئے۔ اس میں پہلے 50 صفحوں کا مقدمہ ہے۔ میں نے اس میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ (عربی) اگر اردو کا سب سے بڑا رشتہ ہم تلاش کرنا چاہتے ہیں تو یہ اردو عربی کی بیٹی ہے۔ اسلام کے تمام علوم کو اردو میں نقل کر دیا گیا ہے۔ جامعہ عثمانیہ نے عدالتی قوانین اور دوسرے قوانین اردو میں نقل کر دیے ہیں۔

(آگے ٹی 12 پر جاری ہے)

T12−23Jan2012 Rauf/ Saifi Ed/Javaid 6−30/UR10

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: یہ اردو عربی کی بیٹی ہے اور اس کو اسلام کے تمام علوم کو اردو میں نقل کر دیا گیا ہے۔ جامعہ عثمانیہ نے عدالتی قوانین اور دوسرے قوانین بھی اردو میں نقل کر دیئے ہیں۔ دنیا کے تمام علوم چائنا کے ہوں، رشیا کے ہوں وہاں پر اردو میں نقل ہو گئے ہیں۔ اگر ہماری یہ قومی زبانیں پشتو، سندھی، بلوچی کے ساتھ ساتھ یہ ہمارا سرمایہ ہے تو پھر ہم کیوں اتنا بڑا مقام نہیں دیتے ہیں جو اس کے شایان شان ہو۔ میں آپ سے التماس کرتا ہوں اور اس دربار سے التماس کرتا ہوں اس کے ممبروں سے التماس کرتا ہوں کہ اپنی زبانوں کو سینوں سے لگاتے ہوئے اس زبان کی قدر کو کھونے کی کوشش نہ کریں اس کو اس کا مقام دیں اور پاکستان کو بڑا فائدہ ہو گا۔

جناب چیئرمین: شکریہ، ساجد حسین صاحب۔

سینیٹر سید ساجد حسین زیدی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب !دراصل محترم بزرگ ایس ایم ظفر صاحب کی مدلل تقریر کے بعد کچھ کہنا لاحاصل ہے ۔چند باتیں عرض کرنا چاہوں گا ۔ ایک تو 23 مارچ کی قرارداد کا تذکرہ کیا جاتا ہے ۔ دراصل ہم پاکستان کی اصل تحریک کے پس منظر سے ناواقف ہیں۔ مسلمانوں نے ابتداء میں کبھی نہیں چاہا کہ وہ کوئی علیحدہ ملک لینا چاہتے ہیں ان کا منشاء صرف یہ تھا کہ ہماری تحریک ،ہمارا دین ، ہمارا کلچر ، ہمارا کلمہ باقی رہنا دیا جائے ، ہمارے حقوق باقی رہنے دیئے جائیں ، جہاں ہماری اکثریت ہے وہاں ہمیں حکومت کرنے دی جائے ہم ہندوستان کے ساتھ ہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جتنے بڑے لیڈر پاکستان تحریک کے وہ سب ابتداء میں کانگریس کے ساتھ تھے ، نیشنل ازم کے ساتھ تھے ۔ علامہ اقبال نے بھی ابتداء میں نیشنل ازم کو اختیار کیا ۔ جب معلوم یہ کیا کہ انگریز اور ہندوؤں کے اچھے الفاظ جن سے بظاہر یہ لگتا ہے کہ یہ مسلمانوں کے دوست ہیں ۔ یہ خنجر زہر میں بجھا ہوا ہے۔ یہ چھپا ہوا ہے جو بغل میں ہے جس سے یہ مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہتے ہیں اس لیے آہستہ آہستہ تمام مسلمانوں نے کانگریس کو چھوڑا اور زیادہ تعداد تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کے ساتھ شامل ہو گئی ۔ 23 مارچ کی قرارداد کا لوگ تذکرہ کرتے ہیں لیکن دہلی میں اسمبلی کے ممبران نے اس قرارداد کے جواب میں قرارداد پاس کی تھی اور حالات کو دیکھ کر، نزاکتوں کو دیکھ کر فیصلہ کیا تھا اس کا کوئی تذکرہ نہیں کرتا ۔ کاش ، کہ دیانت داری کے ساتھ اسے بھی پڑھ لیا جائے اور دیکھا جائے کہ جب 23 مارچ کی قرارداد پاس ہوئی تو مسلمانوں نے پاکستان کا نام اس میں نہیں دیا تھا یہ ہندو اخبارات نے دیا کہ مسلمان پاکستان کا ملک بنانا چاہتے ہیں اور اتنا شور مچایا کہ مسلم لیگ نے اس نام کو اپنے سینے سے لگالیا اور دہلی قرارداد میں اسی نام سے نئی قرارداد سامنے آگئی اور ڈاکٹر عبدالحق نے کوشش کی کہ کسی صورت سے گاندھی صاحب اس بات پر راضی ہو جائیں کہ اردو کو قومی زبان تسلیم کر لیا جائے لیکن گاندھی صاحب آخری وقت تک تیار نہ ہوئے انہوں نے صاف جواب دے دیا کہ ہم اردو کو قومی زبان تسلیم نہیں کریں گے۔ میں مختصراً یہ عرض کردوں کہ سنسکرت جو معدوم زبان ہندی کے نام پر نافذ ہوئی تو نہرو کے الفاظ آج بھی موجود ہیں کہ مجھے سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ کونسی زبان ہے جو ہمیں سکھائی جارہی ہے ۔ کاش ، کہ ہم اردو ہی رائج کرتے اور پورے ہندوستان میں بہت سے علاقوں میں آج بھی ہندی کو نہیں سمجھا جاتا وہاں پر بھی ہندی نافذ ہے ۔ وہ کافر ہو کر ایک ہو گئے اور ہم نے مسلمان ہو کر اپنی مٹھی کھول دی ہے ہم ایک نہیں ہونا چاہتے ۔ میں ان الفاظ کے ساتھ ایس ایم ظفر صاحب کے تمام خیالات کی تائید کرتا ہوں جو قانونی طور پر بھی ، اخلاقی طور پر درست ہیں ۔ 73 کے آئین کو ہم بڑا مقدس مانگتے ہیں ۔ کیا زبان کے معاملے میں ہم اس کو مقدس نہیں مانتے ۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔

جناب چیئرمین: شکریہ، حاصل بزنجو صاحب۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: شکریہ جناب چیئرمین صاحب! پہلی بات تو یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب، اور مندوخیل صاحب نے جو بات کی۔ قطعی طور پر اس قرارداد کی مخالفت نہیں کی ہے۔ یہ ایوان سفارش کرتا ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور 1973 کے آرٹیکل (1)251 کی تعمیل میں ملک میں اردو کو سرکاری / دفتری زبان قرار دیا جائے۔ ہم نے قطعی طور پر اس قرارداد کی مخالفت نہیں کی ہے پہلے میں اس بات کو clear کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ سرکاری زبان بنتی ہے ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہے لیکن اس میں جھگڑا کہاں سے شروع ہوا۔

بہت اچھا ہوا کہ ایس ایم ظفر صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کیا لیکن اردو برصغیر کے اس حصے میں جہاں ہم بستے ہیں۔ یہاں پر controversial نہیں تھا پاکستان بننے سے پہلے بھی، پشاور میں اردو بولی جاتی تھی، کوئٹہ میں اردو بولی جاتی تھی، سرکاری زبان فارسی ہوتی تھی مگر رابطے کی زبان اردو ہی ہوتی تھی۔ اگر اردو کو کسی نے controversial بنایا اردو کو جس مشکل میں ڈالا وہ یہاں کے لوکل زبان بولنے والوں نے نہیں بنایا۔ اردو جب controversial بنی اس کی controversy کا سب سے بڑا ذمہ دار میں سمجھتا ہوں وہ خود وہ لوگ ہیں urdu speaking جو ہندوستان سے آئے تھے۔ اردو واحد language ہے جس پر زبان کی بنیاد پر فسادات ہوئے۔ پہلا فساد کہیں اور نہیں ہوا وہ ڈھاکہ یونیورسٹی میں ہوا، ڈھاکہ یونیورسٹی میں اس وقت فساد ہوا جب قائداعظم نے یہ اعلان کیا کہ There will be one language that will be urdu and urdu. وہ بھی انگریزی میں پڑھا، اردو میں نہیں بولا، پہلا فساد ڈھاکہ میں ہوا، وہیں سے اردو ہمارے اس ریجن کے علاقوں میں controversial بنی۔ دوسرا فساد سندھ میں ہوا جن لوگوں نے پاکستان بننے کے بعد اردو کو باقی زبانوں کے خلاف کھڑا کیا گیا۔ اس میں نہ پشتون کا قصور تھا، نہ بلوچ کا، نہ سندھی کا، نہ پنجابی کا، نیتاً یہ کوشش کی گئی کہ باقی زبانوں کو نہ ابھرنے دیا جائے کیونکہ اس سے اردو کو چیلنج ہو جاتا حالانکہ اردو کو کوئی چیلنج نہیں تھی۔ جس کو بنگالیوں نے مکمل طور پر reject کیا انہوں نے اردو کو پڑھنے سے انکار کر دیا، مگر ایک سوچ تھی آج بڑی اچھی بات کی کس نے؟ ایس ایم ظفر صاحب نے کہ قومیں ایک آئین سے بنتی ہیں، ایک زبان ہو تو قومیں بنتی ہیں، قومیں نہ ایک زبان سے بنتی ہیں، نہ ایک آئین سے بنتی ہیں، قومیں ان ملکوں میں بنتی ہیں جہاں تمام انسان برابر treat کیے جائیں۔ معاشی طور پر انسان برابر سمجھے جائیں۔ ملک میں ترقی ہو، معاشی خوشحالی ہو اور equal ہو، کیونکہ ایک ملک پاکستان ہے۔ پاکستان میرا ملک ضرور ہے مگر میرا وطن بلوچستان ہے میں پاکستان کو اس درجے پر اس وقت

قبول کروں گا جب اس میں برابری ہو امریکہ میں فرنچ بھی ہے ، جرمن بھی ہے ، بنگالی بھی ہے ، وہاں پر آپ جائیں تو وہاں پر I am Pakistan American, I am American, I am French American, I am Germen American. مگر اس کو امریکہ پر فخر ہے۔اس طرح ان کی قومیت بنی ہے اس level کی developments ہیں، خالی ایک آئین impose کرنے سے یا ایک زبان impose کرنے سے پوری قوم نہیں بنتی ہے۔

آگے--یو--۱۳---

T13−23JAN2012 FAHEEM 6:40 P.M. ER12

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: (جاری---) خالی ایک آئین impose کرنے سے یا ایک زبان impose کرنے سے پوری قوم نہیں بنتی۔ پاکستان کو بناتے ہی چار پانچ بنیادی controversial چیزوں نے جو آج تک طے نہیں ہوئیں ، اردو کو مشکل میں ڈالا۔ اردو جہاں سب کی زبان تھی میرے محترم بولتے ہیں کہ اردو مذہب کی زبان ہے۔ بھئی کوئی زبان کسی مذہب کی ہو سکتی ہے۔

اسی طرح پاکستان میں two nation theory develop کی گئی جو again ایک controversy بنی۔ اسی طرح 1940 کی جو قرارداد تھی وہ پاکستان کے آئین بنانے کی قرارداد نہیں تھی۔ اگر 1940 کی Resolution نہ ہوتی تو پاکستان ہی نہ بنتا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ 1940 تک ایک قرارداد میں پاکستان کا نام نہیں ہے لیکن چھ سال میں وہ ملک بن جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ یہی بنیاد تھی 1940 کی کہ ہندوستان میں رہتے ہوئے مسلم اکثریتی علاقوں پر پر مشتمل ایک federation ہوگی جو ہندوستان کے ساتھ جڑی رہے گی اور اگر اس کے ساتھ انصاف نہیں ہوتا ہے وہ secede کریں مگر اس قرارداد کی بنیاد پر ہی پاکستان بنا۔ یہ قرارداد وجہ تھی پاکستان بننے کی۔ اس کی کوئی دوسری وجہ نہیں تھی۔ اب بار بار یہ کہتے ہیں کہ آپ چھوٹی زبانوں کی باتیں کرتے ہیں۔ ایس ایم ظفر صاحب! میں آپ کا بہت احترام کرتا ہوں دوسروں کو تو نہیں لیکن آپ کو یاد ہوگا کہ جب 1973 میں بلوچستان میں نیشنل عوامی پارٹی NAP کی حکومت بنی تو انہوں نے اردو زبان نافذ کی۔ ہمیں اردو زبان سے نفرت نہیں تھی کوئی جھگڑا نہیں تھا اور نہ آج کوئی جھگڑا ہے، ہماری صرف شکایت یہ ہے کہ اس وقت کے حکمرانوں نے اردو کے وزن کے نیچے اس سرزمین کی جو دوسری زبانیں تھیں ان کو دبانے کی کوشش کی اور یہاں سے سارا جھگڑا شروع ہوا۔ اگر یہ نہیں ہوتا، اگر یہ نہیں کیا جاتا تو اردو سے تو کوئی جھگڑا نہیں تھا اسی لیے اردو زبان کو controversy بنانے والے یہاں کی قومیتوں کے لوگ نہیں ہیں، بلوچ نہیں ہیں، پنجابی نہیں ہیں، سندھی نہیں ہیں، پشتون نہیں ہیں، بلکہ خود وہ حکمران

ہیں جو اس وقت وہاں سے آئے تھے اور ادھر elite class کا ایک alliance بنا اور اس نے یہ تمام مصیبتیں ہم پر تھوپ دیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر آج بھی اردو کو قومی زبان بناتے ہو، تو بلوچی بھی قومی زبان ہو، سندھی بھی قومی زبان ہو، پنجابی بھی قومی زبان ہو تو اس میں مشکل کیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس میں مسئلہ کیا ہے۔ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ وہ یہ نہیں چاہتے بلکہ وہی پرانی mentality آج بھی کام کر رہی ہے، وہ ذہنیت آج بھی موجود ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم نے ان زبانوں کو تسلیم کیا تو ہمیں ان قوموں کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

جناب چیئرمین! میں آپ سے ایمانداری سے کہتا ہوں کہ جب تک ان قومیتوں کو آپ قوم تسلیم نہیں کریں گے اس وقت تک آپ پاکستانی قوم نہیں بنا سکتے۔ دنیا کی خوبصورتی ہی یہی ہوتی ہے کہ آپ ان تمام قوموں کو ملا کر ایک قوم بنائیں۔ جب تک آپ ان قوموں کو قوم نہیں بنائیں گے، ان کو قوم تسلیم نہیں کریں گے، آج بھی آپ اس کو two nation theory پر لے جائیں گے تو کام خراب ہوگا۔ اب two nation theory نہیں رہی۔ جس نظریے کی بنیا پر پاکستان بنا وہ نظریہ نہ اس وقت تھا نہ آج ہے۔ ہم اپنی قومی زبان اردو کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ ہم اس سوچ کی مخالفت کرتے ہیں۔ ہم سوچ کے مخالف ہیں کہ ان کو قوم تسلیم نہیں کرنا ہے۔ ان کو قوم نہیں ماننا ہے۔ اگر ہم نے ان کو قوم مانا تو ہم نے 60 سال پہلے جو بات کی تھی وہ غلط ثابت ہو جائے گی۔ وہ غلط ہے۔ میں کل ہی نذیر ناجی کو پڑھ رہا تھا اس نے لکھا تھا کہ آج بھی دس عالموں کو بٹھالیں اور ان سے کہیں کہ آپ نظریہ پاکستان کی تشریح کریں تو دس کی دس مختلف نہ ہوں تو میں ذمہ دار ہوں۔

جو بنیادی بات ہم کہہ رہے ہیں کہ ہمیں ضرورت ہے ایسی جگہوں پر ایس ایم ظفر صاحب جیسے intellectuals کی کہ وہ اس بات کو سمجھیں اور ہمیں بھی سمجھائیں کہ بھئی ان قومیتوں کو accept کرنا ہے، ان کو قوم بولنا ہے۔ اگر میں بلوچ ہوں تو اس میں کسی کو کیا نقصان ہے۔ اگر ایس ایم ظفر صاحب پنجابی ہیں تو اس میں مجھے کیا نقصان ہے۔ اسی لیے اردو بولنے والوں کو یا ان لوگوں کو جو اردو زبانی مکمل طور پر نافذ کرنا چاہتے ہیں، ان کو بھی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ میں صرف اتنا عرض کروں گا، بات سادہ سی ہے، یہ کہنا کہ جی پاکستان multination country نہیں ہے بلکہ one nation country ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ آپ نے پاکستان کو 60 سال میں قوم نہیں بنایا جبکہ آپ بنا سکتے تھے۔ آپ بلوچ کو on board کرتے، آپ پنجابی کو on board کرتے، آپ پشتون کو on board کرتے، ان کو equal right دیتے تو آپ کی قوم بن سکتی تھی۔ قوم دس دن میں نہیں بنتی مگر بجائے اس ملک کو قوم بنانے کے آپ نے اس ملک کو تقسیم در تقسیم کر دیا۔ آپ نے پنجابی کو بلوچ کے سامنے کھڑا کیا، سندھی کو اردو بولنے والوں کے سامنے کھڑا کیا، پشتونوں کو پنجابی

کے خلاف کھڑا کیا، آپ نے قوم بنانے کی کب کوشش کی۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ جی یہ مجھے قوم نہیں مانتے۔ آپ نے تو بنایا ہی نہیں۔ آپ نے تو چاروں قوموں کو ایک دوسرے سے دست گریباں کرتے کرتے بیس ہزار اور تفرقے ڈال دیے۔

گزارش یہ ہے کہ ہم قرارداد کے قطعی طور پر مخالفت نہیں کر رہے ہیں مگر ہم اس سوچ کی مخالفت کر رہے ہیں جس نے ساٹھ سال سے اس ملک کو مصیبت میں ڈالا ہوا ہے کہ یہاں پر نہ زبانوں کو تسلیم کرنا ہے نہ قوموں کو تسلیم کرنا ہے۔ بس یہی پاکستان ہے جو ہم نے کہا ہے اور یہی پاکستان ہوگا، اس کو ہر صورت میں مانوں گے، اس کے نتیجے میں جب reaction آتا ہے تو چیزیں اس طرح خراب ہوتی ہیں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی مالک صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: میرا جو نقطہ نظر تھا وہ شاید میر حاصل خان صاحب اس کو communicate نہیں کر سکا۔ میں اس قرارداد کی ٹیکنیکل مخالفت کر رہا ہوں اس لیے کہ constitutional provision موجود ہے۔ ایس ایم ظفر صاحب حکومت میں تھے اور اب بھی حکومت میں ہیں۔ ایک constitutional چیز موجود ہے اس میں resolution لانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں اس کی اس حوالے سے، معذرت کے ساتھ میں نے جو اپنے arguments شروع کئے، میں ٹیکنیکلی اس resolution کی مخالفت کرتا ہوں۔ جب آپ حکومت میں ہیں، آپ کو constitution نے تمام راستے بتائے ہیں پھر اس کو یہاں پر لانے کی کیا ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ راجہ ظفر الحق صاحب۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں movers میں سے ایک ہوں لیکن میں بدقسمتی سے پروفیسر خورشید صاحب کی بحث نہیں سن سکا جو انہوں نے اس قرارداد کے حق میں دی۔

جناب چیئرمین: پروفیسر صاحب نے بھی تقریر کی، چٹھہ صاحب نے بھی کی، پروفیسر ابراہیم صاحب نے بھی کی۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: وہ تین تقریریں میں نہیں سن سکا لیکن میں نے ایس ایم ظفر صاحب کی تقریر سنی جو ان کے معیار کے عین مطابق تھی۔ میں نے ڈاکٹر مالک صاحب کی، اپنے بھائی مندوخیل صاحب کی اور میر حاصل خان بزنجو کی تقریر سنی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بنیادی طور پر جو پروفیسر خورشید صاحب نے realize کرتے ہوئے کہا کہ اس resolution کے بعض حصے یا اس کی formulation

ایسی ہے جس سے یہ بحث ایسی طرف چلی گئی ہے جہاں جانی نہیں چاہیئے تھی۔ انہوں نے اس میں ترمیم بھی پیش کی کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آئین کے اس آرٹیکل 251 کی implementation کی جائے جس کے ذریعے سے، جو اس کا مقصد تھا اس کو پورا کرنے میں مدد ملے۔

"The National language of Pakistan is Urdu and arrangements be made for being used for the official and other purpose within 15 years from the commencing day."

No.2, "Subject to Clause 1, the English language may be used for official purposes until arrangements are made for its replacement by Urdu."

And No.3, which is very important is; "Without prejudice to the status of the National language, a provincial assembly, may by law prescribe measures for the teaching, promotion and use of a provincial language in addition to the National language.

(Followed by T14)

T14−23JAN12 UR AZHER ER/ZAFAR/Ed.Mohsin UR6

سینیٹر راجہ محمد ظفرالحق: (جاری) پروفیسر صاحب نے بعد میں جو ترمیم پیش کی ہے۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب! اس میں ترمیم ہے۔ Let us look into the rules now. میں آپ کو rules پڑھ کر سنا دوں کیونکہ آپ amendment کی basis پر اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔

Rule 124. (1) After a resolution has been moved, any member may, subject to these rules, move an amendment to the resolution.

(2) An amendment shall be within the scope of and relevant to, the subject matter of the resolution to which it is proposed.

Rule 125 (1) Ordinarily the notice of an amendment shall be given two clear days before the day on which the resolution is to be taken up for consideration. If notice of amendment has not been given two clear days before the day on which it is moved, any member may object to the moving of the amendment and thereupon the objection shall prevail, unless the Chairman in his discretion allows the amendment to be moved.

(2) The secretary shall, if time permits, cause a copy of each amendment to be made available for the use of every member.

پہلے آپ writing میں amendment تو دیں تا کہ ممبرز کو بتایا جائے۔ اگر objection نہیں ہو گا تو we will move forward.

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: اگر اس کو پروفیسر صاحب منظور فرمائیں۔

جناب چیئرمین: میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ copy of the amendment تو ملنی چاہیے۔ کیوں پروفیسر صاحب! آپ بھی rules کے کافی ماہر ہیں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بہت شکریہ۔ Rules کے مطابق آپ بالکل صحیح کہہ رہے ہیں۔ ماضی میں یہ بھی رہا ہے کہ اس قسم کی معمولی amendment house میں بحث کے دوران پیش کی گئی۔

جناب چیئرمین: آپ مجھے لکھ کر دے دیں تا کہ میں ایوان کو بتاؤں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں نے ایوان کی اطلاع کے لیے خود اعلان کیا ہے، لکھ کر بھی دے دیتا ہوں۔ یہ صرف اس کی وضاحت کے لیے ہے ورنہ کوئی substantive change نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: Whatever it is تا کہ اگر ایوان کو کوئی objection ہے تو پتہ چل جائے گا۔ نہیں ہو گا تو پھر ہم allow کر دیں گے تا کہ بحث اس کے مطابق ہو۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں لکھ کر دے دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: پھر بحث amendment کے مطابق ہو گی۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں ابھی لکھ کر دے دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی۔ Thank you. راجہ صاحب! اب آپ amendment کے مطابق بحث کریں گے؟

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: پہلے amendment پیش ہو جائے پھر اس کے بعد بات کروں گا۔

جناب چیئرمین: اسی لیے میں نے بات کی۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: ورنہ بحث پہلے اور amendment بعد میں ہو گی۔

جناب چیئرمین: جی بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: گزارش یہ ہے کہ ابھی amendment آنی ہے۔ The House can't wait for the amendment to be brought.

جناب چیئرمین: اسے پھر next rota day پر لے لیتے ہیں۔ Commenced motion ہو گیا ہے۔ پروفیسر صاحب! اس کو commenced resolution رکھتے ہیں تا کہ amendment کے مطابق بحث ہو سکے۔ جی خٹک صاحب! آپ کچھ فرمانا چاہیں گے۔

سینیٹر افراسیاب خٹک: جی۔ بالکل اس پر میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی۔ اب اس وقت بحث رک رہی ہے۔

سینیٹر افراسیاب خٹک: میں بحث کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں نے جو باتیں سنی ہیں I want to respond to that.

جناب چیئرمین: آپ سمجھے نہیں۔ وہ resolution میں amendment لا رہے ہیں۔

سینیٹر افراسیاب خٹک: ہماری باری آنے پر آپ بحث نہیں روکیں۔

جناب چیئرمین: باری کی بات نہیں ہے۔ آپ سمجھ نہیں رہے۔

سینیٹر افراسیاب خٹک: Amendment آجائے۔ We have no problem with that.

جناب چیئرمین: راجہ صاحب بھی رک گئے ہیں۔ مشاہد اللہ صاحب بھی رک گئے ہیں۔ حافظ رشید صاحب بھی رک گئے ہیں۔

سینیٹر افراسیاب خٹک: جو amendment لانا چاہتے ہیں، وہ لے آئیں۔ میں amendment نہیں لانا چاہتا۔ میں اس کی مخالفت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: کس پر؟

Senator Afrasiab Khattak: I want to oppose it.

جناب چیئرمین: بات آپ نہیں سمجھ رہے۔ Rules کے مطابق یہ ہے۔ میں نے ابھی آپ کو rules پڑھ کر بھی سنائے ہیں۔ Amendment جب آئے گی تو میں آپ لوگوں کو propose کروں گا۔ اگر کسی کو amendment پر objection ہے تو اس کو سنا جائے گا۔

سینیٹر افراسیاب خٹک: میں amendment پر نہیں، resolution کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب! آپ ذرا سمجھائیے۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: گزارش یہ ہے کہ this is a commenced business. آج یہ conclude نہیں ہو رہا۔

جناب چیئرمین: یہ conclude نہیں ہو رہا۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: اور honourable members گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ ایک منٹ بیٹھیے۔ Leader of the House بات کر رہے ہیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: اور ممبرز بھی اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔ They will be welcomed.

جناب چیئرمین: جی بالکل۔ ہر ایک کو اجازت ہو گی۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: آج ہم اس کو conclude تو نہیں کر رہے and even the government is not responding today. That is why a minister is not coming forward today.

جناب چیئرمین: یہ تو پھر سے نئی بحث شروع ہو جائے گی۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: یہ پھر سے بحث شروع ہو جائے گی۔ It should be taken to the next private members day. انہوں نے آج جن خیالات کا اظہار کیا ہے، مختلف ممبرز نے ان کا جواب بھی دیا ہے۔

جناب چیئرمین: جن خیالات کا اظہار کیا ہے، ان کی سوچ بدل جائے، change ہو جائے according to the amendment which will come and which will be put to the House.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Obviously, this would be a new resolution now. This would be an amended resolution. Then we have to discuss it in accordance

with the new amendment. It is a commenced business, it may be taken to the next private members day. There is a calling attention also.

سینیٹر افراسیاب خٹک: دو گھنٹے سے بحث ہو رہی ہے۔ یہ rules دو گھنٹے پہلے پڑھنے چاہیئں تھے، جب بحث شروع ہوئی تھی۔

جناب چیئرمین: Amendment ابھی آئی ہے۔

سینیٹر افراسیاب خٹک: اب آپ اسے نہیں روک سکتے۔ ہم بات کریں گے۔ دو گھنٹے کے بعد، جب سب نے بات کر لی، اب rules پر اسے روکا جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین: انہوں نے ابھی amendment دی ہے۔

سینیٹر افراسیاب خٹک: Amendment پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بے شک amendment کر لیں لیکن جو بحث ہوئی ہے، ہم اس میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب! پھر amendment لے لیں تا کہ اس کے مطابق بحث ہو سکے۔

سینیٹر افراسیاب خٹک: دو گھنٹے کی تقریروں کے بعد آپ کہہ رہے ہیں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: بات سنیں۔ Amendment دے دیجیے۔ میں vote میں ڈال دوں گا۔ اگر objection ہے تو objection بالکل vote میں ڈال دیتے ہیں۔ Amendment کو vote میں ڈال دیتے ہیں۔ اگر objection prevail کرے گا تو will prevail. amendment ہو جائے گی۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: وہ کہتے ہیں کہ original resolution پر بات کرنا چاہ رہے ہیں۔ میں ان کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: اگر original ہی نہ رہی تو پھر؟

جناب چیئرمین: وہی تو میں ان سے عرض کر رہا ہوں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: Let me put the amendment to the House. کیوں بخاری صاحب! amendment vote کے لیے ڈال دیتے ہیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: ویسے تو اس کے لیے two clear days notice کی بات ہے۔ Discretion is with the Chairman.

Mr. Chairman: I am putting it to the vote. I have got the discretion, I am putting the amendment to the vote.

(مداخلت)

جناب چیئرمین: چلیے جی بحث کیجیے۔ راجہ صاحب continue, amendment نہیں دینا چاہ رہے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں یہ کہہ رہا ہوں کہ بحث کو آپ defer کر دیں۔ میں نے amendment لکھ کر دے دی ہے۔

Mr. Chairman: Then I will put the amendment to the House.

راجہ صاحب! دیکھیں there is objection from the members as far as the amendment is concerned. I will put it to the vote. اگر carry نہیں کیا تو the amendment will not be allowed.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: یہ آپ کی مرضی ہے۔

جناب چیئرمین: یہ rules پڑھ لیجیے۔

(مداخلت)

Mr. Chairman: No, but I have got the discretion to put it to the vote.

Senator Mian Raza Rabbani: When you are about to put the resolution to the vote, the amendment will come for the vote at that time. It can not come prior to time.

میاں صاحب آپ بھی دیکھ لیجیے۔ Rule 124 says, After a resolution has been moved, any member may, subject to these rules, move an amendment to the resolution. He has already moved the resolution.

Senator Mian Raza Rabbani: He has moved the resolution and if there is an amendment to the resolution, like there is an amendment to a clause in a Bill, the amendment will be taken up when you take up that clause. So, when you take up the resolution for the final vote, the amendment will be taken up prior to that. If the amendment is carried, then the resolution will be passed with that amendment.

Mr. Chairman: There is no time limit over here.

Senator Mian Raza Rabbani: Then it will be passed...

Mr. Chairman: It clearly says, "After a resolution has been moved any member subject to these rules move an amendment to the resolution".

انہوں نے amendment دی ہے۔ ایک منٹ میاں صاحب please آپ اس کے two clear days and as it is the resolution, discussion should continue. چلیے راجہ صاحب۔ Two clear days اس کے دینے ضروری ہیں۔ آپ original resolution پر debate continue کریں۔ Please continue the debate on the original resolution.

سینیٹر راجہ محمد ظفرالحق: جناب چیئرمین، مناسب تو یہ تھا۔ چلیں بہرحال Chair کی ruling کے بعد اس پر بحث نہیں ہو سکتی لیکن اگر بحث سننے کے بعد اور باقی ممبران کی آراء لینے کے بعد اگر mover یہ محسوس کرے کہ اس کی موجودہ formulation کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں تو اس کو رفع کرنے کے لیے---

جناب چیئرمین: ٹھیک۔ وہ بعد میں کر لیں گے۔ ہم پھر بحث کر لیں گے۔ If the members want that آپ کی بات میں بھی وزن ہے۔ (جاری)

T15-23JAN2012---ASHFAQ/ED.ZAFAR---UR5---7.00PM

سینیٹر راجہ محمد ظفرالحق: بحث پہلے کر لیں۔

جناب چیئرمین: وہ کہتے ہیں کہ amendment پر بحث کر کے two days clear notice ہو and then we will put it to the vote.

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: اس کا clear two days notice دے دیں۔

جناب چیئرمین: دے دیا، I said two days clear notice.

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: دو دن کا notice دے دیں اور جب وہ آئے گی تو اس کے بعد اس پر بحث کر لیں گے۔

جناب چیئرمین: اچھا آپ بحث نہیں کرنا چاہتے، ٹھیک ہے۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: ابھی جب amendment آ گئی ہے تو میں اس کے بعد یہ سمجھتا ہوں کہ صورت حال ہی بدل گئی ہے۔

Mr. Chairman: Some Members are saying as the amendment has not been approved by the House, the discussion should continue on the original resolution.

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب! کیسے؟ We are putting the cart before the Horse یعنی ابھی پہلا مرحلہ ہی صاف نہیں ہوا تو آگے بحث کیسے کریں گے۔

Mr. Chairman: I think, let us take the consensus of the House that they want to continue the discussion on the original resolution or on the amendment that has been moved.

ٹھیک ہے تو consensus لے لیتے ہیں۔ جی۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب! ایک اور گزارش ہے، اگر Rule-124 کا sub-Rule (2) پڑھیں تو that is very important thing, اگر یہ اس resolution میں اس قسم کی amendment لا رہے ہیں۔ میں یہ پڑھ دیتا ہوں۔

(2) An amendment shall be within the scope of and relevant to, the subject matter of the resolution to which it is proposed.

If they intend to change the whole relevance of that formation, that is another thing. At the moment

جیسے honourable Members کہہ رہے ہیں کہ جب تک وہ amendment pass نہیں ہوتی، the House doesn't approve that in such time جو resolution آپ کے پاس ہے، this should continue آپ نے اس کے لیے already دو دن کی ruling دے دی ہے۔

جناب چیئرمین: آپ دیکھیں، اس کا two days notice ہو جائے گا، آپ لوگوں کو مل جائے گا and in the meantime, whoever wants to continue discussion and debate on the original resolution, is permitted to do so. Yes, Raja sahib, would you like to continue or would you like to make your submission after that.

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب! I would like to make my submission کیونکہ اردو کے بارے میں ہے، اردو میں بات کرتا ہوں، جب ترمیم آجائے گی تو تب میں گزارشات کروں گا۔

جناب چیئرمین: حافظ صاحب! آپ original resolution پر بات کرنا چاہیں گے یا نہیں کرنا چاہیں گے؟

سینیٹر حافظ رشید احمد: میرا موقف یہ ہے کہ اس پر بات کرنا غیر قانونی ہے اور اس کو لے آنا بھی illegal ہے۔

جناب چیئرمین: چلیں، بسم اللہ کریں، اس پر بات کریں۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: جناب! ہم نے اس پر اتنا time ضائع کیا ہے، سب ممبر حضرات نے اس پر بات کی ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ اس کو continue ہونا چاہئیے۔

جناب چیئرمین: آپ continue کریں، آپ نے جو بحث کرنی ہے please کیجیئے۔ آپ کے بعد افراسیاب خٹک صاحب کا نمبر آجائے گا۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین کہ آپ نے مجھے اس موضوع پر بحث اور بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ جناب چیئرمین! ہمارا ملک خداداد پاکستان 14 اگست 1947 کو آزاد ہوا۔ جناب چیئرمین! یہ آزادی کس چیز کا نام ہے؟ آزادی اس چیز کا نام نہیں ہے کہ جغرافیائی لحاظ سے کسی کو ایک جگہ فراہم کرو اور کسی کو دوسری جگہ فراہم کرو۔ جناب چیئرمین! آزادی

تہذیب کا نام ہے جو ہمیں قائد اعظم محمد علی جناح کی کوششوں سے ملی، ہم ایک قوم ہیں، ہم مسلمان ہیں تو ہم بحیثیت مسلمان ایک قوم ہیں۔ حاصل خان بزنجو صاحب نے یہ کہا کہ قومیں زبانوں سے نہیں بنتی ہیں، دوسری چیزوں کا نام بھی لیا کہ ان چیزوں سے بھی قومیں نہیں بنتی ہیں، قومیں معاشی مساوات سے بنتی ہیں۔ یہ الفاظ بظاہر ایس ایم ظفر صاحب کے الفاظ سے متصادم تھے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ دونوں کے الفاظ میں اور دونوں چیزوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ہمارے حکمرانوں کو چاہیئے کہ پورے ملک کے لیے ایک زبان بنائیں اور معاشی مساوات بھی پورے ملک کے لیے ایک جیسی بنائیں جیسے دوسرے ملکوں میں ہے۔ حاصل خان بزنجو صاحب کی بات بالکل بجا ہے لیکن دونوں چیزوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

جناب چیئرمین صاحب! اردو ایک بڑی پیاری زبان ہے، اس میں کوئی شک ہی نہیں ہے لیکن میں بڑے افسوس سے کہتا ہوں کہ ہمارے حکمران اور ہم خود بھی اس کے لیے عملاً کوئی کوشش نہیں کرتے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ میں اردو کی بات کرتا ہوں لیکن اپنے بچوں کو اس سکول میں پڑھاتا ہوں جہاں پر انگریزی پڑھائی جاتی ہے، میں اردو کی بات کرتے نہیں تھکتا لیکن جب میں انگریزی میں بات کرتا ہوں تو میں فخر محسوس کرتا ہوں۔ جناب چیئرمین! میں ابتدا میں عرض کیا کہ ہم نے یہ آزادی انگریزوں سے صرف اس لیے حاصل نہیں کی تھی کہ ہمیں الگ جغرافیائی خطہ دے دیں، ہم نے جو آزادی حاصل کی تھی، وہ اس لیے حاصل کی تھی کہ ہمیں اپنی زبانیں بھی مل جائیں گی اور ہمیں اپنی تہذیب بھی مل جائے گی، ہمیں اپنا مذہب بھی مل جائے گا اور اس کے لیے کوشش کریں گے اور اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ مجھے بے حد افسوس ہوتا ہے کہ ہم اردو کی بات کرتے ہیں لیکن ہم اس کے لیے sincere نہیں ہیں اور ہم میں وہ اخلاص نہیں ہے، پاکستان کے اچھے، اچھے اداروں میں اردو میں بات کی جاتی ہے تو شرم محسوس ہوتی ہے اور انگریزی میں بات کی جاتی ہے۔ آج فوج کا ادارہ لے لیں، عدالتوں کا بڑا ادارہ ہے، اس کا نام لے لیں، یہ Houses جو ہمارے قانون ساز ادارے ہیں، ان میں جو بھی معزز آتا ہے، کوئی بھی Minister آتا ہے جب وہ اردو میں بات کرتا ہے تو اس کو شرم محسوس ہوتی ہے اور انگریزی میں بات کرتے ہیں۔ جناب چیئرمین! میں پارلیمانی لفظ استعمال کرتا ہوں، اس کے لیے غیر پارلیمانی لفظ منافقت ہے لیکن میں پارلیمانی لفظ استعمال کرتا ہوں کہ ہمیں شرم آنی چاہیئے کہ ہم انگریزوں کی ان چیزوں پر کیوں فخر محسوس کریں۔ ہماری اپنی زبان ہے، ہماری اپنی تہذیب ہے، ہمارا اپنا مذہب ہے تو ہم دوسری چیزوں پر کیوں فخر محسوس کریں۔

جناب چیئرمین صاحب! میری رائے یہ ہے بلکہ میں حکومت پاکستان سے آپ کے توسط سے مطالبہ کرتا ہوں کہ یا تو ایک ایسا system بنائیں کہ پورے ملک کی جتنی اہم زبانیں ہیں جن میں سرفہرست پشتو، پنجابی، سندھی اور بلوچی ہیں، ان سب کو سرکاری اور دفتری زبان بنایا جائے، صرف اردو کو نہ بنایا جائے بلکہ چار یا پانچ زبانوں کو سرکاری اور دفتری زبان بنایا جائے، اگر اس طرح نہیں ہوتا تو کم از کم اردو زبان کو سرکاری زبان بنایا جائے۔ مجھے اس پر بھی شرم محسوس ہوتی ہے جیسے میں نے ابتدا میں عرض کیا کہ ہم آپ سے مطالبہ کرتا کرتے ہیں، آئین میں صاف درج ہے کہ دس سال کے اندر اردو کو سرکاری زبان بنایا جائے گا۔ جناب چیئرمین صاحب! 1956 میں جب آئین بنا تھا، اس میں یہ چیز آئی تھی تو اس کے جو خدشات تھے اور اس کے جو عوامل تھے عجیب سے عوامل تھے، وہ ویسے بھی ختم ہو گئے کہ بنگلہ دیش ہم سے جدا ہو گیا۔ بنگلہ دیش والے اس پر اعتراض کر رہے تھے کہ آپ اردو زبان کیوں سرکاری زبان بنا رہے ہیں۔ اب وہ چیز نہیں ہے، جب وہ چیز نہیں ہے تو کم از کم آئین میں صاف لکھا ہوا ہے، ہماری باتیں اور قراردادیں کا مجھے عجیب لگتی ہیں۔ جناب چیئرمین صاحب! میرا آپ کے توسط سے حکومت سے یہ مطالبہ ہے کہ خاص طور پر بڑے بڑے اداروں اور بڑی بڑی جگہوں پر انگریزی فی الفور بند کی جائے اور اردو زبان کا عملاً نفاذ ہو جائے۔ اس طرح نہیں ہوتا جس طرح میں نے ابتدا میں عرض کیا کہ پاکستان کی ساری بڑی پیاری پیاری زبانیں ہیں، ان کو سرکاری اور دفتری زبانیں بنایا جائے۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: خٹک صاحب۔ سومرو صاحب! ذرا بیٹھ جائیے، please, listen to the honourable Member, جی۔

سینیٹر افراسیاب خٹک: شکریہ جناب چیئرمین۔ میں سب سے پہلے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ ہماری اردو کے بارے میں بحث اردو زبان کے طور پر نہیں ہے، ایسی کوئی بات نہیں ہے، اردو بہت اچھی اور پیاری زبان ہے، میں سمجھتا ہوں کہ برصغیر کے بہت سے علاقوں میں لوگ اس کو سمجھتے اور جانتے ہیں، اس سے محبت کرتے ہیں تو اردو محبت والی زبان ہے اور اس کے بارے میں بحث نہیں ہے کہ اردو کے حق میں یا خدانخواستہ اس کے خلاف بات ہو رہی ہے، میں پہلی بات یہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ دیکھیں کہ یہاں پر اردو کے ہمارے شاعر رہے ہیں، فیض احمد فیض پنجابی تھے، احمد فراز پشتون تھے، عطا شاد بلوچ تھے، شیخ ریاض نے اردو میں شاعری کی ہے تو یہ کوئی تنازعہ اردو کے بارے میں نہیں ہے، اگر سرکاری زبان ہے تو اس سے تھوڑی سی سیاست بھی وابستہ ہے۔ زبان غلبے کا ذریعہ بن سکتی ہے، سیاسی اور معاشی غلبے کا ذریعہ بن سکتی ہے، آپ جس زبان میں مقابلے کا امتحان دیں اور افسر بنیں تو ان چیزوں سے فرق پڑتا ہے۔ اس

کی بحث سیاسی معاملات کے بارے میں ہے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ جب ہندوستان کی partition ہوئی تواس میں ہمارے جو intelligentsia and elite تھے ، ان میں دو قسم کے لوگ غالب تھے، ایک ہمارے central India کے دوست تھے۔۔۔۔۔۔۔

آگے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔T16

T16–23JAN2012 FURQAN[ED.JAVAID] 07.10P.M. ER8

سینیٹر آفراسیاب خان خٹک(جاری)۔ ہمارے central India کے دوست تھے، جن میں سے اکثر کی زبان اردو تھی، وہ ان کی مادری زبان تھی، لہذا ان کے خیال میں اردو کے علاوہ کوئی اور زبان نہیں ہو سکتی تھی۔ دوسرے یہ کہ بدقسمتی سے پنجاب کی تقسیم مذہب کے نام پر ہوئی اور ایسی تقسیم ہوئی کہ جس میں سارے سکھوں کو یہاں سے نکالا گیا یا مارے گئے اور سارے مسلمانوں کو انڈین پنجاب سے نکالا گیا یا ان کو مارا گیا۔ یہ جو ہمارا شروع میں elite بنا، انہوں نے کہا کہ یہاں کوئی قوم نہیں ہے، صرف ایک مسلمان قوم ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں میں شروع سے ایک مشکل تھی کیونکہ مسلمان باہر سے آئے ہوئے تھے، افغانی، ایرانی، ترک اور یا پھر ہندوؤں میں ایسے حصے جو سب سے نالاں سے تھے، ذات پات سے نالاں تھے، انہوں نے اسلام قبول کیا، اسلام مساوات کا دین تھا۔ انہوں نے بھی کہا کہ ہماری قوم مسلمان ہے کیونکہ ظاہر ہے انڈین کے لیے بھی مشکل تھا۔ ہمارے جو پاکستان کے لوگ تھے،ان کے لیے مشکل یہ تھی کہ 14اگست کو پاکستان بنالیکن 13اگست کو بھی ہم یہاں موجود تھے اور صرف 13اگست کو نہیں بلکہ سینکڑوں، ہزاروں سال سے یہاں موجود تھے، ہماری ایک تاریخ تھی، ایک شناخت تھی، ہمیں اچانک کہا گیا کہ آپ کی کوئی شناخت نہیں ہے، کوئی تاریخ نہیں ہے، کوئی زبان نہیں ہے۔ آج سے تم سب انجکشن یا میڈیسن لے کر، کل سے تم پاکستانی اور مسلمان بن گئے ہو۔

یہ جو قومی ریاست کا سوال ہے، ہم خود کو یورپ کی قوم کے مطابق لیتے ہیں۔ ہمارا یہ خیال ہے کہ جیسے فرانس قوم ہے، ہم اسی طرح کی قوم ہیں۔ وہ سینکڑوں ہزاروں سال میں بنی ہے، جرمن قوم ہزاروں سال میں بنی ہے، ایک رات میں یہ قومیں نہیں بن سکتیں لیکن یہاں پر تقاضا کیا گیا، فرمائش کی گئی۔ دو چیزیں کی گئیں، ایک تو یہ کہ یہاں nationalities نہیں ہیں، تین ہزار، دو ہزار سے سال سے لوگ موجود ہیں، اچانک کہا جاتا ہے کہ نہیں جی nationalities ختم ہو گئیں کیونکہ ہم نے فرمان جاری کیا ہے۔ آپ کی کوئی تاریخ نہیں ہے، کوئی گندہارا civilization نہیں ہے، Indus civilization نہیں ہے۔ کل سے آپ سب لوگ مسلمان اور پاکستانی ہیں، یہ ایک artificial بات تھی۔ دوسری بات یہ کہ ہم جنوبی ایشائی لوگ ہیں، ہم چاہیں یا نہ چاہیں، ہم جنوبی ایشیا کے رہنے والے ہیں، ہم ظاہری طور

پر مہاجرت کر کے میڈل ایسٹ چلے گئے۔ ہم الحمدللہ مسلمان ہیں لیکن عرب نہیں ہیں، جیسے ترک عرب نہیں ہے، آپ ترکوں سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ اپنی زبان چھوڑ دیں! آپ ان سے کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ عربی اسلام کی زبان ہے اس لیے ترکی زبان کی جگہ عربی زبان کو ہونا چاہیے! آپ ایرانیوں سے کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ عربی اسلام کی زبان ہے اس لیے فارسی نہیں ہونی چاہیے! یہاں تو اردو اسلام کی زبان ہے، اگر اردو ہے تو پھر عربی کس مذہب کی زبان ہے۔ ہمیں اس طرح کی باتیں نہیں کرنی چاہییں، زبان کسی مذہب کی نہیں ہوتی، زبان علاقے کی ہوتی ہے، لوگوں کی ہوتی ہے۔ اردو میں بہت سے ہندو شاعر گزرے ہیں، سکھ شاعر گزرے ہیں اور اب بھی ہیں۔ لہذا اردو کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے، اردو ایک زبان ہے، ہمارے علاقے کی زبان ہے۔

جب پاکستان بنا تو شروع میں یہ ہونا چاہیے تھا کہ بنگالی ہماری قومی زبان ہوتی اور یا بعد میں ہماری پنجابی قومی زبان ہوتی کیونکہ یہ اکثریت کی زبان ہے، اس کا democratic حل یہی تھا لیکن ہمارے elite نے سوچا کہ ہمیں اردو زبان کو قومی زبان کے طور پر اپنانا چاہیے۔ بنگال میں اس پر مزاحمت ہوئی اور بنگال کے علیحدہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی لیکن اس کے باوجود ابھی تک اردو کے بارے میں یہ رویہ ہے کہ اس کو اوپر سے ٹھونسا جا رہا ہے، یہ بڑی غلط بات ہے۔ جب تک اردو کو اوپر سے مسلط کرنے کی کوششیں ہوں گی اس کے خلاف مزاحمت ہو گی۔ ہمارے بعض دوستوں نے یہاں argument دیا کہ عدالتوں میں انگریزی زبان ہے اور جب انگریزی بولی جاتی ہے تو client کو پتا نہیں چلتا کہ کونسی زبان بولی جا رہی ہے۔ جناب والا! دیر، بونیر، تربت اور پاکستان کی بہت سے جگہوں پر جب اردو میں بھی بحث ہوتی ہے تو client کو پتا بھی نہیں چلتا کہ کس زبان میں بحث ہو رہی ہے، ان کا کیا بنے گا، ان کے لیے کون ترجمہ کرے گا۔

زبان کا مسئلہ ایک بڑا اہم مسئلہ ہے، اس لیے اس کو اس طرح سادگی سے نہیں لینا چاہیے کہ صرف ایک زبان کو اپنائیں۔ یہ اردو اور ہندی کا جھگڑا کس نے پیدا کیا، یہ دو زبانیں نہیں تھیں، یہ ایک زبان تھی۔ King William College کولکتہ میں انگریز بیٹھے، انہوں نے دو scripts بنائے چونکہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو لڑانا چاہتے تھے، اس لیے انہوں نے کہا کہ ایک ہندوؤں کی زبان ہے اور ایک مسلمانوں کی زبان ہے۔ حالانکہ کہ جو ہندوستانی زبان تھی اس میں کوئی فرق نہیں تھا، ایک ہی زبان تھی، اس وقت انگریزوں نے اسے تقسیم کیا اور اب تک ہم اس تقسیم کو لیے بیٹھے ہیں۔ جناب والا! یہ کہنا کہ ایک زبان سے قوم بن جاتی ہے تو مجھے اس بھی اختلاف ہے۔ روسیوں نے 70,80 سال سویت یونین میں روسی کو 15 republics کی زبان بنایا، آج آپ جا کر دیکھ لیں کہ کتنے تاجک روسی بن گئے ہیں، ازبک روسی بن گئے ہیں، سویت یونین ختم ہو گئی ہے اور وہ سب اپنی اپنی زبانیں بولنے لگے ہیں۔ لہذا یہ کہنا بھی کہ ایک زبان بننے

سے وہ خوامخواہ قوم بن جائیں گے، قوم بننے کے لیے بہت سے عوامل ہیں، معاشی ہیں، سماجی ہیں، سیاسی ہیں، ایک زبان تک قوم کو محدود کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

پاکستان multinational state ہے، جیسے میں نے عرض کیا کہ ایک قوم دو ہزار سال سے ہےاور کہا جاتا ہے کہ نہیں جی یہ ختم ہو گئی ہے۔ یہ شاید 60,70سال میں ختم ہو جائے، اگر democracyہو، integrationہواور inclusionہو تو شاید ہم ایک قوم بن جائیں، ہمیں ایک قوم بننا چاہیے، ہم اس کے خلاف نہیں ہیں لیکن یہ کہنا کہ فی الوقت یہاں multinational state نہیں ہے، دیکھیں اگر آپ diversity کو provoke negatively کریں گے تو لوگ لڑیں گے، لوگ ٹوٹیں گے اور اگر آپ diversity کو recognize کریں گے، include کریں گے تو لوگ مضبوط ہوں گے، جڑیں گے اور ایک قوم بنے گی، national and state building کا project آگے بڑھے گا۔

میں خدانخواستہ یہ نہیں کہہ رہا کہ اردو کو نکال دیا جائے، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اردو lingua franca ہو، اردو رابطے کی زبان ہو اور جو باقی زبانیں ہیں یہ پاکستانی زبانیں ہوں۔ Indian Constitution میں 22زبانوں کو انڈین زبانیں declare کیا گیا ہے۔ ہماری زیادہ نہ ہوں تو سندھی، پنجابی، بلوچی اور سرائیکی کو پاکستانی زبانیں بنانا چاہیے۔ ہمارے آئین میں ان کو شناخت ملنی چاہیے تاکہ ہمیں پتا چلے یہ پاکستان کی زبانیں ہیں۔ اسی طرح سے ہم جب تک synthesize نہیں کریں گے، جب تک ہم diversity کو قبول کر کے جوڑیں گے نہیں تب تک ہم ایک قوم نہیں بن سکتے، ہم ایک زبان نہیں بن سکتے۔ رابطے کی زبان اردو رہنی چاہیے، اس کے بارے میں کوئی دو رائے نہیں ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جو باقی زبانیں ہیں ان کو پاکستانی زبانیں declare کیا جائے اور انہیں ایک قومی حیثیت دی جائے۔ ہم اس کی روشنی میں آگے بڑھ سکتے ہیں۔

میں بڑے احترام کے ساتھ عرض کرنا چاہوں گا کہ ہمیں اپنی تاریخ سے، اپنے جغرافیہ سے نہیں بھاگنا چاہیے۔ ہم South Asian لوگ ہیں، 1947 میں پاکستان بنا، اس سے پہلے ہم افضل محمود آف غزنہ کے بعد الحمدللہ مسلمان ہو گئے تھے لیکن کے اس کے باوجود آپ جہاں زمین کھودیں گے وہاں سے مورتی نکلے گی، اس کا ہم کیا کریں گے، ہم یہ کہیں کہ نہیں جی یہ مورتی والا یہاں نہیں رہا تھا اور دو ہزار سال پہلے۔ ٹھیک ہے۔ ہماری جو تاریخی realities ہیں ، geographical realities ہیں وہ ہمیں سمجھ لینی چاہییں، ہمیں مان لینی چاہییں۔ ہمارے پڑوسی ملک افغانستان والے تسلیم کرتے ہیں کہ وہ افغان ہیں لیکن وہاں پشتون، تاجک اور ازبک بھی رہتے ہیں، ان کے

قومی ترانے میں سب کے نام آئے ہیں، اس سے افغانستان نہیں ٹوٹا، وہاں کوئی نفرت نہیں ہے۔ نفرت denial سے ہوتی ہے۔ میں سب سے اہم بات یہ سمجھتا ہوں کہ democracy ہونی چاہیے، جب تک جمہوریت رہے گی، جمہوری مباحثے ہوں گے، اختلاف رائے ہو گا، representation ہو گی، لوگ empower ہوں گے تو انشاء اللہ پاکستان مضبوط ہو گا، national building مضبوط ہو گی لیکن خدانخواستہ اگر جمہوریت کو روکا جائے گا، جمہوریت پر شب خون مارا جائے گا، مارشل لاء کے ذریعے سے national and state building ہو گی تو کبھی nation build نہیں ہو گی، ہم کبھی ایک قوم نہیں بن سکیں گے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اسے ٹھنڈے دل سے، عقل و دلیل کے ساتھ حل کرنا چاہیے، ہمیں کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہیے کہ جس سے خدانخواستہ کسی کی دل آزاری ہو۔ میں بہت احترام سے کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں لوگ محب الوطنی کی آڑ میں جو چھوٹے صوبے ہیں، چھوٹی قومیتیں ہیں، چھوٹی زبانیں ہیں، ان کے خلاف شکار کھیلتے ہیں۔ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے لیکن میں نام نہیں لینا چاہتا، اگر آپ ان سے بات کریں تو وہ علامہ اقبال کا شعر پڑھیں گے کہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

لیکن اس کے فوراً بعد کہیں گے کہ کالا باغ ڈیم ضرور بننا چاہیے۔ یہ نیل کے ساحل سے کاشغر تک کی بات کرتے ہیں لیکن کالا باغ ڈیم ضرور بننا چاہیے۔ اس طرح نہ کریں، جو بات بھی ہو، دل و زبان سے کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان ایک عظیم ملک ہے، یہ ایک گلدستہ ہے، یہاں پر جو مختلف لوگ ہیں وہ اس کے پھول ہیں اور مختلف پھولوں سے ہی گلدستہ اچھا لگتا ہے۔ اس لیے اس diversity کو recognize کیجیے اور پاکستان میں جو realities ہیں انہیں رہنا چاہیے۔ انشاء اللہ پاکستان کا future تابناک اور شاندار ہو گا۔ شکریہ۔

(آگے T17)

T17−23JAN2012......FANI\ED.JAVAID..........7.20PM..............UR12

جناب چیئرمین: مشاہد اللہ صاحب! آپ اس پر کچھ فرمانا چاہیں گے۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بہت بہت شکریہ۔ بہت اچھی اچھی تقریریں ہو چکی ہیں اب اتنی کوئی ضرورت

رہ تو نہیں گئی۔ میں اپنی feeling بیان کروں گا، ہوسکتا ہے مجھے غلط feel ہو رہا ہو کہ بحث کسی اور طرف نکل گئی ہے جبکہ بات بڑی سیدھی سی ہے، کون بد بخت ہوگا جو یہ چاہے گا کہ کسی علاقائی یا مادری زبان کی ترویج اور تدوین نہیں ہونی چاہیے۔اس سے زیادہ خوشی کی بات کوئی نہیں ہوتی کہ جتنی زیادہ سے زیادہ زبانیں develop ہوں اور ان کی گرامر اچھی ہو یا اگر کسی زبان کی گرامر نہیں ہے تو اس کی گرامر بن جائے ۔ دنیا میں ساری زبانیں تو مشہور نہیں ہیں، زبانیں تو ہزاروں ، لاکھوں ہیں لیکن زبانیں جو مشہور ہوئی ہیں وہ اس لیے مشہور ہوئی ہیں کہ زبان بولنےوالے کچھ لوگوں نے اس کے لیے بڑی محنت کی ہے۔ بے شمار شاعر ، ادیب ، انشا پرداز، تنقید نگار، محقق اپنی اپنی زبانوں کو develop کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں کچھ اس کھیل میں پیچھے رہ گئے ہیں لیکن ہماری تو یہ خواہش ہے کہ اگر ملک کے صوبوں میں جو مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں ، علاقوں میں بولی جاتی ہیں وہ جتنی زیادہ develop ہوں گی میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک کی سالمیت اور یکجہتی کے لیے ممدو معاون ثابت ہوسکتی ہیں۔ جتنی بھی دلیلیں آچکی ہیں ان کو repeat نہیں کروں گا۔ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ یہ جو مقابلے کی بات ہے یہ کہیں اردو کی کسی اور صوبائی یا علاقائی زبان سے نہیں ہے بلکہ یہ انگریزی سے ہے۔ میں اسی نکتے پر اپنے آپ کو رکھنا چاہتا ہوں کہ کیا ہم چونسٹھ سال سے انگریزی کا جو استعمال اپنے دفاتر میں ، اپنی سرکاری زبان سے کرتے رہے ہیں اس کے باوجود کہ ہم نے قرار دیا کہ اردو قومی زبان ہوگی۔ کیا ہم نے اپنے بچوں کو سائنس ، ریاضی، شماریات ، انجنئرنگ اور دیگر علوم انگریزی میں سکھائے اس کا ہمیں کتنا فائدہ ہوا اور کتنا نقصان ہوا۔ میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ ہمارے ملک کی ایک بہت بڑی تعداد اس لیے تعلیم حاصل نہیں کرتی یا پرائمری تعلیم تک حاصل کرتی ہے اور چھوڑ دیتی ہے یا زیادہ سے زیادہ میٹرک تک تعلیم حاصل کرتی ہے اور اس کے بعد آگے جو تعلیم ہے اس میں جو سائنسی علوم ہیں وہ انگریزی میں پڑھنے پڑھتے ہیں چونکہ ان کو زبان سمجھ میں نہیں آتی اور جو غیر کی زبان ہوتی ہے وہ ہی اس طریقے سے سمجھ سکتے ہیں ۔ ہمارے ہاں بڑے بڑے انگریزی دان ہیں لیکن میں نے بڑے بڑے اچھے انگریزی بولنے والوں کو بھی دیکھا ہے۔میری خود انگریزی ٹھیک نہیں ہے لیکن میں اتنا سمجھ لیتا ہوں کہ کون اچھی انگریزی بول رہا ہے اور کون خراب بول رہا ہے لیکن بڑے بڑے انگریزی دان بعض اوقات گڑبڑا جاتے ہیں اور غلطی کر جاتے ہیں جبکہ اپنی زبان میں اس بات کا احتمال کم ہوتا ہے۔

جناب والا، میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ہم نے چونسٹھ سال میں امریکہ اور برطانیہ کی مختلف حوالوں سے، اپنے ملک میں بڑی خدمت کی لیکن ہم نے جو سب سے بڑا ظلم کیا وہ یہ ہے کہ ہم کہتے تو یہ ہیں کہ ہمارا literacy rate بہت بڑھ گیا ہے لیکن ہمارا literacy rate بڑھا نہیں کیونکہ literate اس ملک میں صرف اس کو سمجھا جاتا ہے جسے انگریزی آتی ہو۔ پھر literacy rate تو امریکہ اور برطانیہ کا بڑھا

ہے یا ہمارے ملک میں بڑھا ہے۔ہمارا literacy rate کہاں گیا۔ اسی طریقے سے آپ یہ دیکھیئے کہ چونکہ ساری کتابیں ، سارے رولز، سارے ایکٹ ، کسٹم ایکٹ فلاں ایکٹ سب انگریزی میں ہیں۔ اب اگر ایک کم پڑھا لکھا آدمی بیرون ملک یعنی دبئی یا سعودیہ سے آتا ہے تو ائیر پورٹ پر کھڑا ہو جاتا ہے تو کسٹم والا اسے کہتا ہے کہ فلاں قانون ہے۔ وہ تو انگریزی میں ہوتا ہے اس کو پتا ہی نہیں چلتا اگر وہ اردو میں ہوتا تو شاید اس نے پڑھا ہوا ہوتا وہ اسے جواب دینے کے قابل ہوتا۔آج ہماری عدالتوں میں بھی بڑے بڑے وکیل ہیں دو دو کروڑ فیس لینے والے ہیں، ان میں بڑے عالم فاضل بھی ہیں لیکن ان کی علمیت اور فضیلت کی بنیاد انگریزی ہے اس لیے وہ انگریزی اچھی بولتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے شاعری کر رہے ہوں، دلائل نہیں دے رہے ۔اس کا انہیں معاوضہ بھی اچھا ملتا ہے لیکن شاید اگر لوگ اپنی اپنی زبانوں میں سیکھتے، بے شک پنجابی میں بولتے، اردو میں بولتے، سندھی میں بولتے یا دیگر زبانوں میں بولتے شاید بہت سارے لوگ بڑے بڑے وکیل ہوتے اور آج یہ کال نہ ہوتا۔ آپ دیکھیں چند ایک وکلاء ہیں ہر بڑا کیس ان کے پاس ہوتا ہے، کسی دوسرے کے پاس ہوتا ہی نہیں۔ ان ہی کی جیبیں بھری جا رہی ہیں اور ان ہی کے پیٹ موٹے ہو رہے ہیں لیکن اگر یہ زبان بولی جاتی عام طور پر اور قوانین سہل ہوتے اور عام آدمی کو سمجھ میں آنے والے ہوتے تو ہمارے ملک کے اندر بہت سارے لوگ ہر فیلڈ میں آگے بڑھ کر اپنا کردار ادا کر رہے ہوتے۔

جناب والا، دنیا کی کوئی ایک مثال نہیں دے سکتا کہ کسی ملک نے غیر کی زبان میں ترقی کی ہو۔ کوئی ایک بھی ملک دنیا میں ایسا نہیں ہے۔اپنی زبان جنہوں نے بولی انہوں نے تیزی سے ترقی کی ۔ چین ، جاپان اور کوریا کی مثال دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنی زبان میں سائنس پڑھائی ، اپنی زبان میں فلسفہ پڑھایا ، اپنی زبان میں اکنامکس پڑھائی ، ریاضی پڑھائی ، انجنیئرنگ ، میڈیکل پڑھایا وہ تیزی سے ترقی کر گئے اور ہم ابھی تک پھنسے ہوئے ہیں ، ہمارے بڑے بڑے عالم فاضل بھی انگریزی میں پھنس جاتے ہیں ۔ میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس بحث کو اس طرح سے لینا ہی نہیں چاہیے۔ کوئی بھی کسی زبان کے خلاف نہیں ہے۔ کیا میٹھی میٹھی زبانیں ہیں ،بلھے شاہ سے شروع ہو جائیں اور رحمان بابا تک چلے جائیں ، یا عطا شاد کو پڑھ لیں ، فراز ، سچل سرمست، لطیف بھٹائی کو پڑھ لیں لیکن ہمارے ہاں ایک فیشن چل گیا ہے۔ ہم تو اپنے لوگوں کو بھولتے جا رہے ہیں جب دوسرے کی زبان بولیں گے تو اپنے ادیبوں ، شاعروں کو بھی بھولیں گے۔ ہم تو علامہ اقبال کو بھی بھول گئے ہیں۔علامہ اقبال کی ابھی بات ہو رہی تھی وہ ایک الہامی شاعر ہے۔ اس نے ایسی ایسی باتیں کی ہیں ۔ ایک ایک شعر میں پورا پورا جہاں بیان کر دیا ہے۔ دنیا اس پر ریسرچ کر رہی ہے اور وہ جو اقبال نے کہا کہ

جہاں اقبال بھی نظر خطہ تسخیر ہو جالب

وہاں کچھ کو شکایت ہے تیرا جوہر ہے خطرے میں

یہاں تو ساروں کا جوہر ہی خطرے میں ہے اور خطرے میں اس لیے ہوں گے کہ جب اقبال نظر" خط تنسیخ" ہو جائے گا تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو قرارداد آئی ہے میں اس کی حمایت اس لیے کرتا ہوں کہ یہ صرف ایک شعبے میں نہیں ہے، ہم بہت سارے شعبوں میں آگے بڑھ سکتے ہیں اور اپنی پہچان کرواسکتے ہیں۔ دیکھیں کوئی چیز بڑی مشکل سے valuable بنتی ہے، اردو تو 64سال پہلے بھی بہت بڑی زبان تھی، بڑی developed زبان تھی بلکہ اس کے مقابلے میں ہندی کو کھڑا کر کے اردو کو undermine کرنے کی کوشش کی۔ میں اس سے اتفاق کرتا ہوں کہ اردو کسی کی زبان نہیں ہے، لوگوں کی زبان ہے، بس ایک چیز develop ہو گئی وہ idiomatically بہت آگے ہیں، اس کی گرامر دنیا میں بہت اچھی سمجھی جاتی ہے، ہمارے ملک میں بھی سمجھی جاتی ہے۔ فرض کریں کہ اس کے مقابلے میں اگر آج بلوچی پورے پاکستان میں زیادہ سمجھی جاتی ہوتی تو میں یہ کہتا کہ آپ بلوچی کو سرکاری زبان بنائیں، اس میں بچوں کو education دیں۔ پنجابی میں ہوتی تو اس کا مطالبہ ہوتا لیکن اگر ایک چیز آپ کے پاس valuable ہے تو اس کی value بڑھانے کی کوشش کریں، اس کی value کو گھٹانے کی تو کوشش نہ کریں۔

بس اتنی سی گزارش تھی، باقی تو بڑی اچھی اچھی باتیں ایس-ایم- ظفر صاحب نے بھی کیں ہیں، پروفیسر خورشید صاحب اور ہمارے دیگر دوستوں نے کیں ہیں۔ میں اسے وقت کی عین ضرورت سمجھتا ہوں۔ مجھے Constitution اس لیے نہیں پتا کہ میری انگریزی صحیح نہیں ہے، اگر یہ اردو میں ہوتا تو میں بڑے نستعلیق انداز میں آئین پر روزانہ تقریر کیا کرتا۔ جن کی انگریزی اچھی ہے وہ اتنی اچھی hearing کو سمجھتے تو ہیں لیکن وہاں پر لکنت آتی ہے تو مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔ لہذا مہربانی کریں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ مشاہد صاحب۔ جی قاری صاحب۔

سینیٹر قاری محمد عبداللہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب! سلطنت علم کے بے تاج بادشاہ مولانا ابوالکلام آزاد نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ

وہ زمانہ کیا ہوا جب میری آہ میں اثر تھا۔

یہی چشم خوں تھی، یہی خون جگر تھا۔

میں حاصل بزنجو صاحب کے ساتھ متفق ہوں، انہوں نے تاریخی انداز میں تاریخی اوراق کو پڑھ آپ کے سامنے تحقیق اور انصاف کی عدالت میں بہترین باتیں کیں ہیں۔ بات یہ ہے کہ آج سوموار ہے، جمعہ نہیں ہے کہ میں تقریر کروں۔

(آگے جاری T18)

T18-23Jan2012 ER5/Rafaqat Waheed/Ed: Abdul Rauf 7:30 pm

سینیٹر قاری محمد عبداللہ: (جاری) بات یہ ہے کہ آج سوموار ہے، جمعہ نہیں کہ میں تقریر کروں۔ پوری دنیا، پورے ایشیا اور برصغیر میں خصوصاً پہلے نظریہ پیش کیا گیا، بعد میں تقسیم ہوئی۔ اس بات کو لوگ بھول گئے۔ پہلے نظریہ پیش کیا گیا، پاکستان کا مطلب کیا لاالہ الااللہ، بعد میں تقسیم ہوئی۔ وہ جو نظریہ پاکستان کے نام سے پوری دنیا میں پہچانا جاتا ہے لیکن آج بھی بڑے بڑے اداروں میں جتنی کتابیں لکھی ہوئی ہیں، ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہم جو باتیں کرتے ہیں وہ بھٹکے ہوئے راہی کی ہیں، نشانِ منزل کی نہیں ہیں۔ اس ایوان میں بیٹھ کر ہمیں یہ کہنا چاہیے، یہ گاندھی جی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ہندوستان کی وحدت، قومی وحدت میں ہے۔ اگر ہندوستان میں، ہندوستانی ایک قوم نہ ہوتے تو سارا ہندوستان ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا۔ پاکستان میں بھی چھوٹی قوموں کو تسلیم کرنا چاہیے۔ کسی ایک زبان کو قومی زبان کے ساتھ پیش کرنا، تاریخی ظلم اور ناانصافی ہے۔

آپ کو یاد ہوگا جناح صاحب نے اپنی پہلی تقریر میں خود فرمایا تھا، جعفر ندوی صاحب نے 'خطباتِ جناح صاحب' جمع کیے اس کی پہلی جلد میں انہوں نے لکھا ہے، جناح صاحب نے فرمایا تھا کہ نہ یہاں کوئی پنجابی ہے، نہ یہاں کوئی پٹھان ہے، نہ کوئی بلوچ ہے، نہ کوئی سندھی ہے، یہاں سارے کے سارے پاکستانی ہیں۔ اس پاکستانی نام میں پانچ صوبوں کے الفاظ موجود ہیں لہٰذا، نظریہ پاکستان جو قوم کے سامنے پیش کیا گیا تھا، اس حوالے سے حاصل بزنجو صاحب نے تحقیق وانصاف کی عدالت میں بال کی کھال نکال کر جو موقف پیش کیا ہے، میں اس کی سو فیصد تائید کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ مولانا شیرانی صاحب۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔ نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ۔ پتا نہیں کہ میں بات کہاں سے شروع کروں۔ پاکستان بنانے کا معنی تقسیم تھا یا تقسیم کرنے کا معنی پاکستان تھا یا پاکستان کے لیے کوئی اور بھی مقصد تھا، ابھی تک ہم

یہ نہیں سمجھے ہیں، اگر آپ مہربانی فرمائیں پہلے ہمیں یہ سمجھائیں کہ پاکستان کا مطلب فقط تقسیم تھا یا تقسیم کا معنی فقط پاکستان کا نام تھا یا اس کا کوئی اور بھی مقصد تھا۔

جہاں تک زبان کا تعلق ہے تو زبان تو سمجھانے کے لیے ہے۔ میرے خیال میں ایسے بھی ممالک موجود ہیں کہ ان کے آئین میں یہ پوری تفصیل موجود ہے، جتنی بھی زبانیں وہاں بولی جاتی ہیں، وہ تمام کی تمام زبانیں آئینی کہلاتی ہیں اور ان کی وضاحت آئین میں موجود ہوتی ہے۔ ہمارا تو ایسا آئین ہے کہ 56 کے آئین میں جب دو یونٹ تھے، اس وقت قومی اسمبلی میں نمائندگی مساوات کی بنیاد پر تھی، مردم شماری کی بنیاد پر نہیں تھی۔ اس لیے کہ مشرقی پاکستان کی آبادی زیادہ تھی اور مغربی پاکستان کی آبادی کم تھی تو جب وہ زیادہ تھے اور یہ کم تھے تو پھر نمائندگی یونٹوں کی بنیاد پر، مساوات پر تھی، مردم شماری کی بنیاد پر نہیں تھی۔ یہی عالم 1962 کے آئین کا تھا۔ حتیٰ کہ بلدیاتی اداروں کی تعداد اور ممبران بھی دونوں طرف کے برابر تھے اور دلیل یہ تھی کہ یہ وفاقی حکومت ہے اور اس کے دو یونٹس ہیں، اس لیے ان کو برابر کی نمائندگی ملنی چاہیے لیکن جب اللہ کی مہربانی اور ہمارے کرتوتوں سے مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بنا تو ہم نے شکر ادا کیا کہ چلو پاکستان بچ گیا۔ پھر ہم نے یہ کیا کہ یہاں پر دو ایوان تجویز کیے، ایک ایوان قومی اسمبلی کا اور دوسرا سینیٹ کا۔ سینیٹ کو صرف نمائش کے طور پر رکھا، اختیار اس کو وہ نہیں دے رہے ہیں جو دنیا میں سینیٹ کے اختیارات ہوتے ہیں۔ قومی اسمبلی میں نمائندگی مردم شماری کی بنیاد پر رکھی گئی ہے۔ اب اگر آپ یہ دیکھیں کہ یہ مہربان پاکستان کا کون ہے کہ جب مشرقی پاکستان اکثریت میں تھا تو تب نمائندگی یونٹوں کی بنیاد پر تھی، اب جب مشرقی پاکستان الگ ہوا اور ہم باقی رہ گئے تو اب نمائندگی قومی اسمبلی کی اکثریت کی بنیاد پر، مردم شماری کی بنیاد پر ہے جبکہ سینیٹ کو صرف نمائش کے طور پر غیر اختیاری ایک ادارہ بنادیا گیا ہے۔ اردو والی تجویز سے تو مجھے اتفاق ہے لیکن یہ گزارش میں کروں گا کہ اس پر بھی ایک بحث ہوجائے کہ یا تو سینیٹ کو اختیار دیا جائے یا پھر سینیٹ کو ختم کرکے قومی اسمبلی میں نمائندگی یونٹوں کی بنیاد پر، مساوی طور پر ہو۔

اس قرارداد میں جو انہوں نے ایک لفظ یہاں پر درج فرمایا کہ 'دفتری زبان اعلان کرنے کے ضمن میں فوری اقدامات کرے'، تو اعلان تو ویسے بھی آئین میں ہوچکا ہے۔ آئین کا آرٹیکل 251 پہلے سے موجود ہے، اس لیے اعلان کی تو اب ضرورت نہیں، عمل درآمد کی ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس قرارداد کے الفاظ کو یوں بنایا جائے کہ ' ملک میں اردو کو سرکاری/دفتری زبان بنانے کے عمل کے ضمن میں فوری اقدامات کیے جائیں' تاکہ عمل درآمد ہوجائے، اعلانات تو بہت سارے ہوچکے ہیں۔ اس لیے عمل درآمد کی ضرورت

ہے۔ اس سلسلے میں، میری گزارش ہوگی کہ اس پر عمل درآمد ہونا چاہیے اور ضرور ہونا چاہیے بلکہ اب تک کافی تاخیر ہوچکی ہے، اگر آپ آرٹیکل 251 دیکھیں تو اس کے لیے ایک معیاد مقرر کی گئی تھی لیکن اتنی مدت گزرنے کے باوجود بھی ہم مجبور ہوئے کہ سینیٹ میں ایک قرارداد لائیں اور پھر پاس کروائیں۔ اگر حکومت اس جانب متوجہ ہوجائے تو اللہ کی مہربانی ہوگی۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ بہت بہت۔ جی حسیب صاحب۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: چیئرمین صاحب! بہت شکریہ۔ میں مختصراً، صرف ایک منٹ میں بات کروں گا۔ میرے یہاں تین سال گزر گئے اور میں نے یہ دیکھا کہ ہمارے issues بہت کم ہوتے ہیں جبکہ ہم باقاعدہ issues create کرتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پروفیسر خورشید صاحب کا resolution انتہائی simple تھا کہ implementation کی بات کی گئی تھی۔ اس کے بعد دوسری بات یہ سامنے آئی کہ یہ province کا subject ہے۔ دیکھیں ہم نے اسے province کے subject کے طور پر دیکھنے کے لیے، ہم نے اسے issue بنا کر اتنا time ضائع کیا جب کہ چیئرمین صاحب! ہمارا ملک اس وقت بربادی کے دہانے پر کھڑا ہے، economically flop ہوچکا ہے، غریب کے پاس روٹی نہیں، غریب کے پاس تعلیم نہیں، غریب کے پاس دوا نہیں ہے۔ ہم نے تین سال میں نہیں دیکھا کہ ہم نے اس معاملے پر بات کی ہو۔ آج بھی ہم وہ بات کر رہے ہیں جو کہ provinces کا subject ہے، وفاق کا نہیں ہے۔ کوئی تبدیلی تھی تو وہ implemention کے بارے میں تھی، اگر implementation کی بات نہیں ہورہی تو اس کے لیے نیا resolution لانا چاہیے تھا۔ میری درخواست ہے، میں صرف اتنی ہی بات کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے پاس بہت limited وقت ہے، خدا کے واسطے ان چیزوں سے نکلیں، ان سے ملک بہتر نہیں ہوگا۔ جو non-issues ہیں، ان کو issues نہ بنائیں۔ غریب کی روٹی کی بات کریں، یہ دیکھیں کہ غریب ہم تک آنے والا ہے کیونکہ آپ اس تک نہیں جارہے۔ غریب آپ کے گھر تک آجائے گا۔

میری درخواست ہے کہ خدا کے واسطے کم از کم ایک مرتبہ سیشن میں point of order پر غریب کی بات بھی کرلیں، economy کی بات بھی کرلیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ بہت بہت۔ ہمایوں صاحب۔

سینیٹر محمد ہمایوں خان: شکریہ چیئرمین صاحب۔ موضوع ایسا ہے کہ ہمیں بھی اس پر کچھ نہ کچھ بولنا ہوگا۔ میں آپ کی توجہ قیامِ پاکستان کے وقت کی طرف لے جاتا ہوں۔ جب یہ ملک بن رہا تھا تو یہ بات زیرِ بحث آئی کہ اس کی زبان کیا ہونی چاہیے۔ اس وقت

ہندوستان میں بہت ساری زبانیں تھیں، اس خطے میں ساری زبانیں تھیں جن میں بلوچی، پشتو، سندھی، سرائیکی اور پنجابی شامل ہیں اور جیسا کہ کہا گیا کہ یہاں رابطے کی زبان اردو تھی۔ اس base پر رابطے کی زبان اردو تو تھی لیکن اگر آپ دیکھیں آج 64 سال بعد بھی-----

(جاری-----------T19)

T19-23-01-2012 ER/4/Bhatti/ED: Mohsin Zaidi 7:40 P.M.

سینیٹر محمد ہمایوں خان: (جاری-----T18) جیسے کہا گیا کہ اردو رابطے کی زبان تھی تو اس base پر وہ رابطے کی زبان تو تھی لیکن اگر آج آپ چونسٹھ سال بعد بھی interior Punjab, interior Balochistan, Pakhtunkhwa or Sindh کے بہت سے علاقوں میں چلے جائیں تو وہاں بہت سے لوگوں کو اردو نہیں آتی۔ اب یہ سوچا جائے کہ اس وقت اس کا انتخاب کرنا صحیح تھا یا غلط۔ ہم مذہبی طور پر قرآن و حدیث پڑھتے ہیں، عربی بھی ایک زبان ہے، یہ بھی ہماری قومی زبان ہو سکتی تھی۔ کیا پھر عربی کو قومی زبان بنانا چاہیے تھا؟ یہاں پر انگریزوں نے سو سال سے زیادہ حکومت کی اور ہماری اس وقت کی سرکاری correspondence انگریزی میں تھی اور آج بھی ہے۔ کیا یہ انگریزی ہونی چاہیے تھی؟ ہم آج دیکھتے ہیں کہ چونسٹھ سال بعد بھی practically آپ کے resolutions بھی منظور ہوئے ہیں، جس وقت منظور ہوئے، اس وقت کہا گیا کہ پندرہ سالوں کے اندر اس کو سرکاری زبان کے طور پر استعمال کرنا چاہیے اور دوسرے تمام purposes کے لیے بھی اسے ہی استعمال کرنا چاہیے لیکن کیا آپ ایسا کر سکے ہیں؟ کیا یہاں میڈیکل کی تعلیم اردو میں ہے؟ کیا اس کی کتابیں اردو میں ہیں؟ میں نے engineering پڑھی ہے، ہماری کوئی بھی کتاب اردو میں نہیں تھی۔ ہماری business education کی کوئی کتاب اردو میں نہیں تھی۔ اسی طرح آپ کی جتنی بھی اعلیٰ تعلیم ہے وہ اردو میں نہیں ہے۔ اب آپ آج یہ کہہ رہے ہیں اور کیا یہ ممکن ہے کہ ہم جو چیز چونسٹھ سالوں میں نہیں کر سکے کیا آپ کے وسائل اتنے ہیں کہ آئندہ دس پندرہ سالوں میں بھی یہ کر پائیں گے یا نہیں؟

جناب والا! یہاں پر یہ کہا جاتا ہے کہ جرمنی نے اپنی زبان میں ترقی کی، فرانس نے اپنی زبان میں ترقی کی، اٹلی اور جاپان نے اپنی اپنی زبانوں میں ترقی کی، بالکل کی، میں یہ مانتا ہوں لیکن کیا ہم نے بھی سائنس، علم و ادب یا higher education میں اسی طرح ترقی کی ہے جس طرح انہوں نے کی ہے؟ ان کے ہاں medical, engineering all sciences and literature ان کی اپنی زبانوں میں ہے۔ آپ آج یہاں سے شروع کرتے ہیں تو higher education کی تمام کتابوں کا ترجمہ کون کرے گا؟ نئی ہونے والی

research کی کون translation کرے گا؟ آپ وہ ٹیچر کہاں سے لائیں گے؟ یہ ایک ایسی چیز کا مطالبہ کیا جا رہا ہے جو ممکن نہیں ہے اور آج تک جو نہیں ہوا، اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ practically یہ ممکن نہیں ہے۔ ہم جس جگہ پر کھڑے ہیں، ہمارا literacy rate ہمیں allow نہیں کرتا کہ ہم دنیا میں science میں جو research اور ترقی ہوئی ہے، اس کو match کریں۔ اب اگر آپ ایک نیا سلسلہ شروع کرتے ہیں تو آپ science and technology میں دنیا سے اور پیچھے رہ جائیں گے۔ میں اس بنیاد پر اس resolution کی مخالفت کرتا ہوں کہ جو چیز ممکن نہیں ہے، اس کے لیے قوم کو کیوں بے وقوف بنایا جا رہا ہے؟ ایک غلط بات کی demand کی جا رہی ہے۔ یہ قومی نہیں تھی، اسے قومی بنایا گیا ہے۔ آج اسے اتنا مقدس نہ بنائیں۔ آپ دیکھیں کہ چونسٹھ پینسٹھ سال پہلے کیا یہ اس وقت بھی اتنی مقدس تھی؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس بارے میں سوچا جائے اور جو چیز عملی طور پر ممکن ہو، اسے کیا جائے۔

جناب چیئرمین: جی ٹھیک ہے، آپ کا موقف آ گیا ہے۔ گلشن سعید صاحبہ۔

سینیٹر گلشن سعید: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتی ہوں کہ میرے بھائی مندوخیل صاحب نے جو بات کی ہے، اردو بہت خوبصورت زبان ہے۔ ہمارے سارے صوبوں کے لوگ آپس میں بات کرنے کے لیے اردو کا استعمال کرتے ہیں مگر جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے تو چونکہ پاکستان اور انڈیا ایک کالونی تھی، انگریز یہاں آئے اور ہر چیز انگریزی میں تھی تو سر سید احمد خان نے یہ awareness پیدا کی کہ ہمیں ان کا علم سمجھنے کے لیے، ان کو جاننے کے لیے، یہ ہم پر حکومت کرتے ہیں، ہمیں بھی انگریزی آنی چاہیے۔ یہ معاملہ تب سے شروع ہوا ہے۔ ہماری علمی کتابیں ساری انگریزی میں ہیں۔ ضیاء الحق کی حکومت کے دوران کوشش کی گئی تھی کہ ان کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا جائے اور اردو کو دفتری زبان بنایا جائے مگر وہ تجربہ کامیاب نہیں ہو سکا۔ میں اس بات پر ان سے agree کرتی ہوں کہ اردو بہت خوبصورت زبان ہے، عام بول چال کے لیے، یکجہتی کے لیے تمام صوبوں کے لوگ آپس میں بولیں مگر انگریزی کی بھی اتنی ہی حیثیت ہے۔

آج جبکہ پاکستان میں لاتعداد دوسرے issues ہیں، ہمیں اس وقت ملک میں یکجہتی کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنی سرحدوں کو مضبوط بنانا ہے۔ ہم نے دشمنوں کے ساتھ لڑنا ہے۔ ہم نے غربت دور کرنی ہے۔ ہم نے بجلی اور گیس جو اس وقت ناپید ہو چکی ہے، دوبارہ لوگوں کو دینی ہے۔ ہمارے مسائل اور طرح کے ہیں، ہم ابھی مشکلات میں پھنسے ہوئے ہیں اور یہ ایک نیا issue لے آئے ہیں۔ آج تک اردو کو باضابطہ دفتری زبان تو بنایا نہیں جا سکا۔ انگریزی زبان پہلی کلاس سے پڑھائی جا رہی ہے بلکہ سرکاری سکولوں میں بھی کہا جاتا

ہے کہ وہ بھی انگریزی پڑھائیں تا کہ جو بچے سرکاری سکولوں میں جاتے ہیں، وہ ان پڑھ نہ رہ جائیں کیونکہ ان کے خیال میں جن کو انگریزی نہیں آتی وہ ان پڑھ ہیں، ان کا خیال صحیح ہے کیونکہ جب یہ بچے کسی نوکری وغیرہ کے لیے انٹرویو دینے کے لیے جائیں گے تو اگر وہ انگریزی میں بات نہیں کر سکیں گے تو انہیں کوئی نوکری نہیں دے گا۔ یہ بالکل صحیح بات ہے، جو چیز practical ہے، اس کو کرنا چاہیے۔ اردو بہت خوبصورت زبان ہے، ہم اس میں بات چیت کرتے ہیں، لکھتے اور پڑھتے ہیں، ہر چیز ٹھیک ہے مگر قانونی طور پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ extra language ہے، زبانیں تو اور بھی سیکھنی چاہییں، عربی بھی سیکھنی چاہیے، عربی سب سے زیادہ مقدس زبان ہے، اس میں ہمارا قرآن پاک ہے، احادیث ہیں، ہمیں اس زبان میں بھی علم حاصل کرنا چاہیے۔ میرے خیال میں اس زبان پر توجہ دینی چاہیے۔ دنیا میں لوگ بڑی بڑی زبانیں سیکھتے ہیں، اس بات کو ترجیح دینی چاہیے۔ اس وقت اس پنڈورا باکس کو کھولنا کہ اردو زبان، مشکلات تو اتنی ہی ہوں گی، ایک اور نئی مصیبت پڑ جائے گی۔ میرے خیال میں اردو ایک خوبصورت زبان ہے جو عربی، ترکی، ہندی اور سنسکرت کا مجموعہ ہے، یہ ساری زبانیں مل کر اردو زبان بنی ہے۔ اس کو لشکری زبان بھی اس لیے کہتے تھے کہ انڈیا میں لشکر آتے تھے اور ان کے آپس میں بول چال میں یہ زبان معرض وجود میں آئی۔ اس کے بعد اس کو بہت بہتر کیا گیا۔ ہم آپس میں بات ہی اردو میں کرتے ہیں، اچھی بات ہے مگر ہم اس وقت انگریزی زبان کو نہیں بدل سکتے۔ بہت مرتبہ کوشش کی گئی لیکن ایسا نہیں ہو سکا جو practical چیز نہیں، میرے خیال میں اسے صرف منظور کرنے سے یہ لاگو نہیں ہو گی۔ اس وقت ملک میں غربت دور کرنے کی ضرورت ہے، لوگوں کو نوکریاں دینے کی ضرورت ہے، ڈیم بنانے کی ضرورت ہے، بجلی پیدا کرنے کی ضرورت ہے، گیس کی ضرورت ہے، دہشت گردی کم کرنے کی ضرورت ہے، اپنی سرحدوں کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے، اس وقت اپنے ملک کو بچانے کی ضرورت ہے۔ سب سے بڑی ضرورتیں یہ ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے issues لے کر ہم بیٹھ جاتے ہیں، اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جس طرح چل رہا ہے، اسے چلنا چاہیے، لوگ انگریزی بھی جانتے ہیں اور اردو بھی جانتے ہیں، میرے خیال میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ بابر اعوان صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر بابر اعوان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ بہت ضروری بات یہ ہے کہ اس قرارداد کے حوالے سے ہم سب سے پہلے آئین کا حوالہ دیں۔ آئین میں Article 251 میں اردو اور ملک کی باقی ساری زبانوں کے حوالے سے، مجھے کہنے دیجیے کہ I love Urdu لیکن مجھے یہ بھی کہنے دیجیے کہ I love Pothwari too because my mother, the first thing which

she said which I have ever heard جب میں اس دنیا میں آیا تو وہ پوٹھوہاری میں تھی۔ اردو کے نستالیق ہونے کی درست طور پر بات کی گئی لیکن اب میرے جیسے اردو کے چاہنے والے ہیں، ان کے لیے دو اردو آگئی ہیں، national language ہے، تسلیم، آئینی، قومی، ایک اردو معلیٰ ہے اور ایک اردو محلہ بھی ہے۔ اردو کو کہتے ہی لشکر ہیں، بدلتے ہوئے وقت کے ساتھ، بہتے ہوئے دھارے کے ساتھ، چلتے ہوئے جھرنوں کے ساتھ اور تاریخ کے تناظر میں اس میں نئے الفاظ بھی آئے، اس میں نئے علاقے بھی آئے، نئی چاشنی بھی آئی اور نئے لہجے بھی آئے۔ میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں کہ میں ایک ریڈیو پروگرام میں گیا اور اردو کے میرے بہت محترم استاد پروفیسر نذیر صدیقی صاحب اور ڈاکٹر صدیق شبلی صاحب جیسے لوگ تھے۔

(جاری-----T20)

T20–23Jan2012 Ashraf/Ed. Mohsin Zaidi Er.3 0750

بابر اعوان صاحب جاری-----

میں ایک ریڈیو پروگرام میں گیا اور وہاں اردو کے بڑے معتبر نام تھے جن میں پروفیسر نذیر صدیقی صاحب اور ڈاکٹر صدیق شبلی جیسے، تو وہاں عمر رفتہ کو میں عمر کہوں، ایک تو سیدنا عمرؓ جیسا مقدس نام ہے اور یا میں اس کو عمر کہوں گا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے اندر لسانی مسئلہ طے شدہ Article–251 کے اندر ہے، اس کو کسی طور بھی ہمیں اب issues کے اعتبار سے، non–issues کے اعتبار سے تقسیم کے tool کے طور پر آگے نہیں لے جانا چاہیے۔ Intellectually debate کا میں حامی بھی ہوں اور اس بات کا بھی حامی ہوں کہ پاکستان، سوائے وہ حدود جو اللہ رب العزت نے طے کر دی ہیں اور وہ حدود جو حضور محترم ﷺ کی احادیث کے مطابق طے ہیں، کے علاوہ باقی ہر بات پر بحث ہونی چاہیے، مباحثہ ہونا چاہیے، مناظرہ ہونا چاہیے، مناقشہ ہونا چاہیے، مجادلہ ہونا چاہیے، مقابلہ ہونا چاہیے۔ لوگوں کو اپنے اپنے دلائل لے کر آنے چاہییں اور قوم کے سامنے بات کرنی چاہیے، ایک پہلو۔

جناب والا! میں آپ کے سامنے Article 251 کے یہ تینوں چھوٹے چھوٹے حصے آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ اردو، Article 251, Sub Article–1 میں ہے کہ "The national language of Pakistan is Urdu and arrangements shall be made for its being used for official and other purposes within 15 years from the commencing day". جب ہم آپس میں بیٹھے ہوئے ہیں تو ہمیں سب سے پہلی بات تو یہ کرنی چاہیے کہ بیس

سال تو دو آمریتیں لے گئیں، گیارہ سے اوپر ایک اور نو سے اوپر دوسری۔ کیا ہوا؟ صرف ایک عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیا ہوا، National Language Authority کے لفظ کا جو ترجمہ ہوا بڑا دلچسپ ہے یعنی مقتدرہ قومی زبان۔ یہاں میرے جیسے چھوٹے علاقوں کے چھوٹی زبانیں بولنے والے لوگ ہیں جن کو پہلے عربی پڑھنی پڑے گی جو ہماری آخرت کا توشہ بھی ہے اور پھر یہ مقتدرہ ہم کہہ سکتے ہیں۔ اس کا کوئی آسان لفظ نہیں ڈھونڈا جا سکتا تھا؟ پھر اس پر مت رکئے۔ یہاں درست کہا گیا ہے۔ آپ قانون دان ہیں، نیر بخاری صاحب قانون دان ہیں اور بے شمار دوست ایسے ہیں جو قانون سے شغف رکھتے ہیں۔ ساری کی ساری medical science اور پوری کی پوری technology اور ساری کی ساری specific sciences ساری کی ساری general sciences ساری کی ساری advance sciences انگریزی میں ہیں۔ اس لیے آئین نے اس بات کا اہتمام کیا کہ ہم آنے والے جدید دور کے جدید تقاضوں کے مطابق چل بھی سکیں۔ آئین کسی طور پر بھی بند گلی میں نہیں لے جاتا۔ آئین میں سے راستے نکلتے ہیں اس لئے کہ Constitution is not a dead letter یہ قوم کی چلتی ہوئی اور ایک زندہ کتاب ہے۔

اب میں اس کا دوسرا portion پڑھنا چاہتا ہوں۔ لکھا ہوا ہے کہ subject to Clause-1, the English language may be used for the official purposes until arrangements are made for the replacement of Urdu. اب اس کا تیسرا پہلو اٹھارھویں آئینی ترمیم کے بعد سب سے ضروری پہلو ہے۔ ابھی دوستوں کی گفتگو آپ سب نے سنی، everybody has right to have an opinion, every body loves to have his own opinion and every shade of opinion is respected so far as my person is concerned, my opinion is concerned and my party is concerned., لیکن سوال یہ ہے کہ اب ہم کھڑے کہاں ہیں؟ جب 1973ء میں یہ آئین بنایا گیا which I have said already is not a dead letter. It's a live document. جناب والا! میں آپ کی توجہ کے لیے Sub-Article-3 to Article 251 میں آپ کی assistance اور ایوان کی assistance کے لیے پڑھنا چاہتا ہوں جس میں لکھا ہوا ہے کہ "Without prejudice to the status of the National Language, a Provincial Assembly may by a prescribed measures for the teaching, promotion and use of the provincial language in addition to the national language". کیا ہم کسی بھی قرارداد کے ذریعے یا کسی بھی tool کے ذریعے، جب تک آئین کے اندر ایک اور ترمیم کر کے آئین کے Article 251, Sub Article 3 in particular, I am

making a very specific reference to Sub-Article 3 to Article 251, جب تک ہم کوئی ترمیم نہیں لائیں گے اور جب ہم اٹھارھویں ترمیم پاس کر چکے ہیں، اس پر بحث ضرور کرنی چاہیے اور کرائیے گا please, بات اس پر ضرور کرنی چاہیے کھل کر کرائیے اور سب کریں لیکن کیا اس آئینی ترمیم کے بغیر ہم کوئی اس طرح کا arrangement جو 1973 میں Founding Fathers of the Constitution نے سوچا تھا ہم کر سکتے ہیں؟ جواب نفی میں ہوگا کہ نہیں جناب والا، ہم نہیں کر سکیں گے۔

میں ایک اور بات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں اس معزز ایوان تک کے لیے، وہ یہ ہے کہ آج ایجوکیشن کی بات کر لیجئے۔ کون ہے جو کھڑا ہو کر کہہ سکتا ہے کہ جن سکولوں میں ہمارے بچے جاتے ہیں وہاں انگریزی سکول نہیں ہے اور وہاں انگریزی کے ساتھ ساتھ اردو نہیں پڑھائی جاتی اور کون ہے جو کہہ سکتا ہے کہ international trade agreements کی language کے سلسلے میں 1973 سے لے کر آج تک National Language Authority اور دوسرے اداروں نے کوئی ایسا کارآمد کام کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے آج ہم replacement of the language کی طرف جا سکتے ہیں اور آخری دو باتیں مختصراً میں یہ کرنا چاہتا ہوں اگر بحث آگے بڑھے گی تو پھر میں دوبارہ آپ کی اجازت سے عرض کروں گا اور مجھے آپ time دیجئے گا۔ پہلی بات یہ ہے کہ till the replacement of Urdu, جب تک اس کے انتظامات نہیں ہوتے، جناب آئین کو پس پشت ڈال کر میں نہیں سمجھتا کہ کوئی قرارداد کوئی قومی مقصد پورا کر سکے گی اور forging of the national unity جس لمحے کی ضرورت ہے اس میں تقسیم کے نئے نئے tools ہمیں ایجاد نہیں کرنے چاہییں، نہ دریافت کرنے چاہییں اور نہ ہی استعمال کرنے چاہییں۔ کیسے آپ استعمال کریں گے جب تک کہ یہ prerequisite ہے جس کو law کی زبان میں sine-qua-non کہتے ہیں جو precondition ہے کہ جب یہ arrangements ہو جائیں گے کہ اردو replace ہو جائے اور کس language کے ساتھ، انگلش کے ساتھ آپ کو replace کرنا ہے۔ ایک صوبہ ایسا ہے جہاں provincial language کے طور پر اس province کی ایک local language جو بہت پرانی زبان ہے اور میری mother tongue اور میری آبائی زمین کی زبان، پوٹھوہاری میں اور سندھی زبان میں تقریباً 30 to 40% الفاظ بالکل ایک جیسے ہیں اور وہ ملتے جلتے بھی نہیں ہیں بلکہ لفظ بھی وہی ہیں۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ پہلے یہ آئینی تقاضا ہمیں پورا کرنا چاہیے۔ آپ کے ایوان میں کوئی ایسی بحث نہیں ہو سکتی جو کسی آئین کے لفظ کے، اس کے letter کے، اس کے حرف کے خلاف ہو۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس بحث کا اس نقطے سے آغاز ہوگا کہ کیا آج ہم اردو کو بطور language انگلش کے ساتھ replacement کرنے کے لیے سارے arrangements کر چکے ہیں؟

These are the words which I have read respectfully before this House and through you, sir already کیا ہم وہ arrangements کر چکے، ایک پہلو اور دوسرا کیا ہم ایک ہاتھ سے صوبائی خود مختاری دے کر کسی بھی رنگ میں دوسرے ہاتھ سے واپس لینے کی کوشش تو نہیں کر رہے؟ یہ وہ دوسرا سوال ہے۔ میں کسی کی نیت پر شک نہیں کر رہا۔ میں اس کو کسی کا political agenda نہیں کہتا، میں اس کو point scoring نہیں کہتا، میں اس بحث کو اپنے اکابرین تک لے جانے کی کوشش اور کاوش بھی نہیں کہتا۔ جناب والا! میں اس کو یہ بھی کہنا نہیں چاہتا کہ یہ non-issue ہے لیکن وہ کونسا issue ہے جو انگریز کرنا چاہتے ہیں؟ اگر یہ آئین سے متصادم ہے تو اس کی اجازت آپ نہیں دے سکتے۔ Thank you sir.

Mr. Chairman: Thank you,

جی میاں صاحب آپ نے بھی اس Resolution پر بات کرنی ہے؟

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب! میں نے اس Resolution پر بھی بات کرنی ہے لیکن کیونکہ یہ next week carry ہو رہی ہے---

جناب چیئرمین: نہیں، ابھی پہلے دیکھ لیں کہ کوئی اور سپیکر تو نہیں ہے اس پر بولنے والا۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب! اگر آپ اجازت دیں---

جناب چیئرمین: پہلے میں اس item کو ختم کر لوں۔ جی بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب! گزارش یہ ہے کہ اس پر اور members بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے اس کو اگلے Private Members Day پر لے جایا جائے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک اس کو آگے لے جاتے ہیں۔ Minister کون سا جواب دے گا؟

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, I will seek the instruction sir that who will reply.

Mr. Chairman: We will defer it further, for further discussion on this Resolution. Yes, Mian Sahib.

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین! اگر آپ کی اور ہاؤس کی اجازت ہو تو سینیٹر افرا سیاب خٹک صاحب، سینیٹر پروفیسر خورشید صاحب، سینیٹر عبدالرحیم مندوخیل صاحب، سینیٹر راجہ ظفرالحق صاحب، سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک صاحب، سینیٹر ڈاکٹر سومرو صاحب اور سینیٹر ہمایوں صاحب، یہ تمام حضرات ایک Resolution move کرنا چاہتے ہیں اور ہم چاہیں گے کہ Rules کی suspension ہو سکے تو ہم یہ Resolution move کریں۔

جناب چیئرمین: پہلے آپ مجھے Resolution دیجئے کہ آپ کا کیا Resolution ہے۔ اس کی کاپی تو مجھے آپ دیجئے۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: میں آپ کو کاپی دے رہا ہوں جناب۔

جناب چیئرمین: دوسرا آپ motion for suspension of rules move کیجئے۔ پہلے کاپی دیجئے اور پھر motion move کیجئے۔

---T21---- آگے

T21−23Jan−2012 Er−11 Time 8.00 Mahboob Khan/Ed.Mohsin Zaidi.

جناب چیئرمین: پہلے آپ مجھے resolution دیجیے کہ کیا resolution ہے آپ کا۔ اس کی مجھے کاپی دیجیے۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب والا! میں آپ کو کاپی دے رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: پھر آپ for suspension of rules motion move کیجیے۔ پہلے کاپی دیجیے، پھر motion move کیجیے then we will proceed further.

Motion for suspension of Rules.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I beg to move that under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate 1988, the requirements of Rule 22, 23, 26, 27 and 120 of the said Rules be dispensed with in order to move the resolution.

Mr. Chairman: It has been moved that under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate 1988, the requirements of Rule 22,23, 26, 27 and 120 of the said Rules be dispensed with in order to move the resolution.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The motion is adopted. Now, you are going to move the resolution. آپ discussion بھی کریں گے، پہلے بتائیے۔

Senator Mian Raza Rabbani: No sir, I will just move it and you can put it for the vote.

جناب چیئرمین: میں آپ کو Rule 123 پڑھ کر سنا دوں۔

"A Member or Minister in whose name a resolution stands in the Orders of the Day may, when called upon either

(a) move the resolution, in which case, he shall commence his speech by a formal motion in the term appearing in the Orders of the Day; or

(b) not move the resolution but make a brief statement". Now, you are going to move the resolution.

Senator Mian Raza Rabbani: I will move the resolution.

جناب چیئرمین: پھر discussion بھی ہونا چاہیے یا نہیں۔

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I don't think Members will discuss on it.

جناب چیئرمین: پھر time for discussion آگے کر دیں گے۔

Senator Mian Raza Rabbani: Right sir.

Mr. Chairman: Because Rule 130 says, "On the conclusion of the discussion, the Chairman shall put resolution or as the case may be, the resolution as amended, to the vote of the House and if passed by the Senate, a copy thereof shall be forwarded to the Division concerned."

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, if some Member wants to talk, he is most welcome.

Mr. Chairman: Definitely. Would you like to make a speech after moving the resolution. You are mover of the resolution.

Senator Mian Raza Rabbani: No, sir. I will not make a speech, I will just read the resolution that in itself is self explanatory.

Mr. Chairman: OK. Then, we will ask the other members, if they want to have discussion on the resolution or not.

ان سے پھر ہم رائے لے لیں گے۔

Senator Mian Razza Rabbani: Right Sir.

Mr. Chairman: Yes, Mian Sahib.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, the resolution reads, the Senate of Pakistan; recalled that Musharraf the dictator, twice held the Constitution of Pakistan in abeyance and brought into disrepute the judiciary;

Further, recalled that he removed, ridiculed and arrested Judges of the Superior Judiciary;

Stated, that he aided, abetted and is an accomplice in the murders of Shaheed Mohtarma Benazir Bhutto and Nawab Akbar Bugti;

remembered, that he has committed numerous crimes of a criminal nature against the people of Pakistan;

restated, that his policies and use of state force in Balochistan, led to the loss of innocent lives and further sponsored disappearance of its citizens;

that he compromised vital national security interests through clandestine deals and unwritten agreements with foreign governments;

further, his economic policies widened the economic disparity between the various classes of citizens, created monopolies, promoted cartels and gave rise to crony capitalism;

emphasized, that he destroyed the federal structure, ringed on provincial autonomy, reduced the share of the Provinces in the NFC Award and gave rise to horizontal and vertical polarization.

Therefore, the House resolves that for these amongst other facts, reasons, acts, breaches and grounds, that;

a) He be arrested immediately on arrival in Pakistan;

b) That the Federal Government institutes a case under Article 6 of the Constitution against him.

Mr. Chairman: Right. The discussion is deferred to the next rota day on this resolution.

Senator Mian Raza Rabbani: Kindly, ask Members who want to speak, if there is any body who wants to speak then, it is all right. Otherwise put the resolution to the vote.

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے کہ suggestion یہ آئی تھی کہ next rota day پر discussion کی جائے۔ اگر لوگ discussion نہیں چاہتے تو ہم ابھی اس قرارداد کو vote کے لیے put کر دیتے ہیں۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب والا! ابھی آپ پوچھ لیں اگر کسی نے بات کرنی ہے تو ابھی کر لے۔

جناب چیئرمین: کسی نے discussion کرنی ہے؟

(نہیں، نہیں کی آوازیں)

جناب چیئرمین: کوئی نہیں۔ Let us put it to the vote.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The resolution is adopted unanimously.

(thumping of desks)

Mr. Chairman: Now, all items remaining on the Orders of the Day are deferred.

سیشن کل صبح رکھیں یا شام کو۔

(آوازیں شام کو سیشن رکھیں)

Mr. Chairman: Alright. The House stands adjourned to meet again on Tuesday, the 24th January, 2012 at 4 p.m.

(The House was then adjourned to meet again on Tuesday, the 24th January, 2012 at 4.p.m.)